تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کی ثانویہ خاصہ سال اول کا امتحان دینے
والے طلبا کیلئے عظیم خوشخبری

الهداية المستوية
فى حل قراطيس العالمية

(السنة الاولى)

از رشحات قلم

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا

فضل احمد تمیمی مدظلہ العالی

مدرس جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان

ناشر

مکتبہ غوثیہ
جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن
ممتاز آباد ملتان

حل پرچہ مؤطئین 2005

سوال نمبر1:۔

تشریح:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام جب آزاد ہوتا ہے تو اسکا مال اسکے تابع ہوتا ہے لیکن غلام کا آقا اگر یہ شرط لگائے کہ مال میرا ہوگا تو پھر غلام کے آزاد ہونے کے بعد مال مالک کا ہوگا، غلام کا نہیں ہوگا۔

(ب) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام جب آزاد کیا جائے گا تو غلام کی اولاد اسکے تابع نہ ہوگی۔

مال اور اولاد میں فرق ہے لہذا مال تو غلام کے ساتھ جائیگا اولاد نہیں جائیگی۔

دلیل:۔ کیونکہ اولاد بمنزل گردن کے ہے نہ کہ بمنزل مال کے۔ گردن کا مالک تو مولی ہے لہذا اولاد اسکی ملکیت میں رہے گی۔

سوال نمبر2:۔

پیٹ میں موجود بچے کا ولاء:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لونڈی اس حال میں آزاد کی گئی کہ اس کے پیٹ میں بچہ تھا اور اسکا خاوند غلام تھا تو وہ آزاد کر دیا گیا اس لونڈی کے وضع حمل سے پہلے یا وضع حمل کے بعد تو اس بچے کا ولاء اس کی ماں کے آزاد کرنے والے کیلئے ہے۔

پیدا ہونے کے بعد بچے کا ولاء:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لونڈی آزاد ہوگی اس کے بعد وہ حاملہ ہوئی اور پھر بچے کو جنم دیا اور اس کا باپ آزاد تھا تو بچے کا ولاء اسکے باپ کے آزاد کنندہ کو ملے گا۔

سوال نمبر3:۔

خاوند کے حالات:۔ خاوند کی دو حالتیں ہیں (ا) خاوند کو نصف ملے جب میت (زوجہ) کی اولاد یا اولاد کی اولاد نہ ہو۔ (۲) خاوند کو 1/4 یعنی ربع ملے گا جب میت (زوجہ) کی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو۔

(ب) باپ کے حالات:۔ باپ کی تین حالتیں ہیں (ا) میت کی اولاد ہو تو باپ کو 1/6 ملے گا یعنی باپ کو فرض مطلق ملے گا۔ (۲) میت کی اولاد میں بیٹی یا پوتی ہو تو باپ کو فرض مع التعصیب ملے گا۔ (۳) میت کی اولاد میں کوئی نہ ہو تو باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔

ماں کی حالتیں:۔ ماں کی تین حالتیں ہیں۔ (ا) میت کی اولاد ہو تو ماں کو سدس 1/6 ملے گا۔ (۲) زوجین میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کو ثلث الکل ملے گا۔ ماں کو ثلث ماقی ملے گا۔ (۳) زوجین، بہن، بھائی، اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کو ثلث الکل ملے گا۔

خیفی بھائی:۔ خیفی بھائی، اولاد، اولاد کی اولاد، باپ اور دادا کی موجودگی میں محروم ہوں گے یعنی وارث نہیں بنیں گے۔

حقیقی بھائی:۔ حقیقی بھائی، اولاد، پوتے اور باپ کی موجودگی میں وارث نہیں بنیں گے۔

القسم الثانی مؤطا امام محمد

سوال نمبر4:۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کا ابتدائی وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اسکی دو مثل ہو جائے۔

دلیل:۔ (ا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب ہر چیز کا سایہ اسکی دو مثل ہو جائے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر نماز کے دو وقت ہیں (i) اول وقت (ii) آخری وقت لہذا نماز عصر کو اس وقت ادا کرو جب ہر شے کا سایہ اسکے دو مثل ہو جائے۔

عصر کو مؤخر کرنے کی دلیل:۔ (ا) جناب رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عصر کو مؤخر کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

(۲) جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز ادا فرماتے دراں حالیکہ سورج چمک رہا ہوتا۔

ائمہ ثلاثہ کا موقف:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا ابتدائی وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔

دلیل:۔ حدیث مذکور ہے۔

سوال نمبر5:۔

اعراب:۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطِبُ وَلَايُنْكِحُ

ترجمہ:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے محرم نہ نکاح کرے نہ پیغام نکاح بھیجے اپنی طرف سے اور نہ کسی کا وکیل اور ولی بنے۔

نہ نکاح کرسکتا ہے نہ پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور نہ ہی کسی اور کا نکاح میں وکیل اور ولی بن سکتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک محرم عقدِ نکاح نہیں کرسکتا۔

دلیل:۔ مذکورہ حدیث ہے۔

امام صاحب کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک محرم عقد نکاح کرسکتا ہے۔

دلیل:۔ بخاری شریف میں ہے حضرت میمونہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا۔

تاہم وطی نہیں کرسکتا۔ جناب میمونہ رضی اللہ عنہا سے صرف عقد نکاح قرار پایا تھا، زفاف بعد از احرام ہوا۔

حل پرچہ موطئین 2006ء

سوال نمبر1:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہودی اور عیسائی کے بارے فرمایا کہ مسلمان ہوجائے ان میں سے کسی ایک کا غلام پس وہ آزاد کردے بیچنے سے پہلے تو اس آزاد شدہ غلام کی ولاء مسلمانوں کیلئے ہوگی۔ غلام کو آزاد کرنے والا یہودی یا عیسائی اگرچہ بعد میں مسلمان ہوجائے تو ولاء اس کو نہیں دیا جائیگا۔

ولاء کا لغوی معنی:۔ ولاء کا لغوی معنی قرابت اور مدد کرنا ہے۔

اصطلاحی معنی:۔ ولاء اس کو کہتے ہیں کہ غلام کہے اپنے آقا سے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا مال تیرے لیے ہوگا اور اگر میں جنایت کروں تو اس کا فدیہ تو ہی دے گا یا اسی طرح آقا اپنے غلام سے کہے اس مال کو جس کے بارے میں غلام نے یا آقا نے کہا اسکو ولاء کہتے ہیں۔

ولاء کا حکم:۔ جو شخص غلام کو آزاد کرے گا ولاء اسی کیلئے ہوگا۔

(ii) امام ابوحنیفہ اور امام مالک علیہما الرحمۃ کا مذہب:۔ یہ دونوں فرماتے ہیں کہ اگر آقا مسلمان ہو تو وہ ان دونوں یعنی یہودی و عیسائی کی وراثت کا حق دار نہیں۔ اگر آزاد کرے تو وہ ولاء اس کیلئے ہوگا۔ اور اگر وہ غلام مسلمان ہو اور آقا کافر ہو تو اس کافر کو غلام کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ "کافر مسلمان پر غالب نہیں ہوسکتا۔ یعنی مالک نہیں بن سکتا۔

(iii) ولاء کا فروخت یا ہبہ کرنا:۔ ولاء کا فروخت کرنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں جائز ولاء کو فروخت کرنا یا اس کو ہبہ کرنا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے کہ غلام کو بیچ دیا پھر اس کی ولاء کو بھی بیچ دیا کرتے تھے۔

(ب) حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے آزاد کیا غلام کا کچھ حصہ اور تھا اس غلام میں شریک یعنی مشترک غلام کا کچھ حصہ آزاد کیا اور وہ شخص یعنی آزاد کنندہ مالدار تھا تو غلام کی قیمت اس پر لازم ہوگی۔ آزاد کنندہ شرکاء کو ان کے حصے کے مطابق قیمت ادا کریگا اور وہ غلام آزاد ہوجائے گا ورنہ وہی حصہ آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا تھا۔

تجزی العتق میں علماء کا اختلاف:۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب:۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہے۔

تفصیل:۔ یعنی اگر آقا مالدار ہو تو وہ باقی شرکاء کو ان کے حصہ کے مطابق قیمت ادا کریگا اور اگر وہ آقا مالدار نہیں تو غلام کما کر باقی مال خود ان شرکاء کو دے گا۔

کیونکہ ان کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہے اس لیے آقا نے جتنا حصہ آزاد کیا ہے وہ آزاد ہوگا باقیماندہ حصہ کی آزادی کیلئے غلام محنت مزدوری کرکے دیگر مالکان کو ادا کریگا تو مکمل آزاد ہوگا۔

صاحبین کا مذہب:۔ صاحبین کہتے ہیں کہ عتق متجزی نہیں ہوتا جب اس کے آقا نے غلام کو آزاد کیا تو وہ مکمل آزاد ہوجائے گا باقی شرکاء کو وہ مالک خود ادا کریگا اور غلام کما کر نہیں دیگا۔

جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب جدامہ بنت وہب اسدیہ سے روایت فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے چاہا کہ لوگوں کو غیلہ سے روک دوں تاہم مجھے فوراً اہل روم اور اہل فارس یاد آگئے کہ وہ لوگ غیلہ کیا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔

غیلہ کی تعریف:۔ دوران حمل اپنی زوجہ کے ساتھ وظیفہ زوجیت کی ادائیگی۔

امام مالک کے نزدیک غیلہ کا معنی:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیلہ کہتے ہیں حالت رضاعت میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا۔

عندہ غیرہ:۔ بعض کہتے ہیں کہ حالت حمل اور حالت رضاعت میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کا نام غیلہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہوا کہ غیلہ بچے کیلئے نقصان دہ ہوسکتا ہے اس لیے اس سے روکنا چاہا تاہم ان لوگوں کا فوراً ہی خیال آگیا جو اسے عملی جامہ پہنائے ہوئے ہیں اور ان کی اولاد اس سے متاثر نہیں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیال ترک فرمادیا۔

اہل روم اور اہل فارس ایسا کرتے تھے اس لیے انہیں ذکر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً متعدد مواقع پر اجتہاد فرمایا اس لیے اکثر ائمہ دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اجتہاد کو جائز تصور کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث اس کی واضح مثال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل روم وغیرہ کو مقیس علیہ قرار دیا اور اہل عرب کو مقیس اتحاد علت کے باعث دونوں کے حکم کو یکساں قرار دیتے ہوئے ترک غیلہ کے حکم سے رجوع مناسب سمجھا۔

(ب)

جس صورت میں بیوی کو ربع ملتا ہے:۔

اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو ربع ملتا ہے۔

ماں کو جس صورت میں ثلث باقی ملے گا:۔

ورثاء میں زوج، ام، اب ہوں یا زوجہ، ام، اب ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں ماں کو ثلث باقی ملتا ہے۔

جس صورت میں خاوند کو نصف ملے گا۔

اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف ملتا ہے۔

ماں کو ثلث ملے گا:۔

اگر ماں کیساتھ میت کی اولاد نہ ہو اور بہن بھائی بھی نہ ہوں اور ثلث باقی والی صورت بھی نہ ہو تو ماں کو ثلث ملتا ہے۔

اخیافی بھائی بہن:۔

میت کے دادا، باپ، بیٹا اور پوتا اگر موجود ہوں تو یہ محروم ہوتے ہیں۔ اور اگر مذکورہ ورثاء نہ ہوں تو اخیافی بہن بھائی وراثت کے حقدار ہوتے ہیں۔

نانی وراثت کی حقدار کب ہوتی ہے؟

اگر ماں موجود ہو تو نانی محروم ہوگی اور اگر ماں موجود نہیں تو نانی وراثت کی حقدار ہوگی۔

موطا امام محمد — 2006ء

سوال نمبر 1:۔ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطِبُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا عَلٰى غَيْرِهٖ

لا یخطب علی نفسہ:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ محرم اپنی طرف سے یعنی اپنے نکاح کا پیغام نہ بھیجے۔

ولا علی غیرہ:۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرد کسی اور کا وکیل بن کر غیر کے نکاح کا پیغام بھی نہ بھیجے۔

( ) امام ابوحنیفہ کا مذہب:۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک محرم عقد نکاح کا پیغام دے سکتا ہے اور عقد نکاح بھی کر سکتا ہے۔

دلیل:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح احرام کی حالت میں کیا تھا۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک محرم پیغام نکاح نہیں دے سکتا اور نہ ہی نکاح کر سکتا ہے۔

دلیل:۔ انکی دلیل مذکورہ حدیث مبارکہ ہے۔

انکی دلیل کا جواب:۔ احناف کہتے ہیں کہ اس نکاح ممنوع سے مراد وطی کرنا ہے اور محرم وطی نہیں کر سکتا۔

(ب) قارن کیلئے کیلئے عدد طواف اور سعی میں اختلاف:۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

دلیل:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قران کرنے والوں کو دو طواف اور دو سعی کرنے کا حکم دیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قران کرنے والا ایک طواف اور ایک سعی کریگا۔

دلیل:۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ قران کرنے والوں نے ایک طواف اور ایک سعی کی تھی۔

(iii) اقوال العلماء الكرام في مدح الامام محمد رحمة الله عليه

(۱) قال الشافعي ما رأيت أفصح من الامام محمد رحمه الله تعالىٰ

(۲) قال الشافعي كان محمد فقيها جدا

(۳) قال الامام احمد كان محمد اعلم اللغة العربية

(۴) قال ابو عبيد عليه الرحمه ما رأيت اعلم كتاب الله من محمد

(۵) قال حسن كان محمد اشد تفصيلا و تصريحا من الاحناف

سوال نمبر 4:۔

مغرب کا اول وقت:۔ مغرب کا اول وقت غروب آفتاب ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

مغرب کا آخری وقت:۔ مغرب کے آخر وقت کے بارے میں احناف و شوافع نے کہا ہے کہ غروب شفق ہے اور شفق میں اختلاف ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ انکے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد تھوڑی دیر نظر آتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب:۔ انکے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان میں نظر آتی ہے۔

احناف کا جواب:۔ احناف قیاس پیش کرتے ہیں کہ جس طرح صبح کی نماز میں سرخی اور سفیدی دونوں نماز کے وقت میں داخل ہیں اسی طرح یہاں بھی سرخی اور سفیدی دونوں نماز کے وقت میں داخل ہیں۔

عورت بغیر اجازت ولی نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت بغیر اجازت ولی نکاح نہیں کرسکتی۔

دلیل:۔ انکی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے "لا يصلح لامرأة ان تنكح الا باذن وليها"

احناف کا مذہب:۔ احناف کہتے ہیں کہ عورت عاقلہ بالغہ اپنا نکاح بغیر اذن ولی کے اپنے کفو میں کرسکتی ہے۔

دلیل:۔ احناف کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿حتى تنكح زوجا غيره﴾ اس تنکح کے اندر اللہ تعالیٰ نے اختیار عورت کو دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا یعنی عورت اپنا نکاح نہ کرسکتی تو اللہ تعالیٰ آیہ کریمہ میں عورت کو اختیار نہ دیتا۔

اختیار عطا کرنے سے معلوم ہوا کہ عورت بغیر ولی کے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

دلیل:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھائی سے پوچھے بغیر کردیا تھا اور آپ کے بھائی اس وقت موجود نہ تھے۔

بغیر اذن ولی کے نکاح اگر ناجائز ہوتا تو حضرت ام المؤمنین جناب عائشہ الصدیقہ کبھی بھی بھتیجی کا نکاح نہ کرتیں۔

(iii) ولی کون ہیں؟

بیٹا، باپ، بھائی، دادا اور چچا یہ عورت کے ولی بن سکتے ہیں اولیاء کی درجہ بندی میں وراثت والے قانون الاقرب فالاقرب پر عمل ہوگا۔ یعنی اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ولی نہیں بن سکے گا۔

حل پرچہ موطئین 2007ء

سوال نمبر 1:۔

ترجمۃ الحدیث:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے رضائی چچا نے مجھ سے اجازت طلب کی میں نے انکار کردیا کہ اجازت دوں اس کو یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔ فرماتی ہیں جب آئے رسول اللہ ﷺ تو میں نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک وہ تیرے چچا ہیں پس اجازت دو اسکو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ آپ کے چچا ہیں۔

ہاں نہیں حرج کوئی آپ پر اور حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہ پردہ کے فرض ہونے کے بعد تھا اور فرماتی ہیں حرام

ہو جاتا ہے رضاعت سے جو حرام ہوتا ہے ولادت سے۔

(۲) مدت رضاعت:۔ مدت رضاعت کے اندر احناف کا آپس میں اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہ کا مذہب:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت رضاع اڑھائی سال ہے۔

اور آپ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا﴾ حمل اور فصال کی مدت تیس مہینے ہے۔ آپ احتیاط کے پیش نظر حمل وفصال کی مدت کو ہی مدت رضاعت قرار دیتے ہیں۔

صاحبین کا مذہب:۔ صاحبین کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''حولین کاملین'' اور دوسری دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حمل اور فصال کی مدت اڑھائی سال مقرر فرمائی ہے کیونکہ حمل کی مدت چھ ماہ ہے اور اڑھائی سال میں سے چھ ماہ نکال دیں تو باقی دو سال ہی بچیں گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔

امام زفر کا مذہب:۔ امام زفر فرماتے ہیں مدت رضاعت تین سال ہے۔

دلیل:۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ سال عربی میں حول کو کہتے ہیں جس کا معنی ہے ایک حالت سے تبدیل ہو کر دوسری حالت میں چلے جانا اور چونکہ کامل تبدیلی سال میں پائی جاتی ہے اسی وجہ سے احتیاطاً مدت رضاعت تین سال ہے۔

(۳) اثبات رضاعت:۔ اثبات رضاعت میں فقہاء کا مذہب: اثبات رضاعت میں فقہاء کا اختلاف:

امام صاحب کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک صرف دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی تھوڑا یا زیادہ پینے کی کوئی قید نہیں۔

دلیل:۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وامھاتکم التی ارضعنکم﴾ کے اندر ارضعن مطلق ہے اور حدیث مبارکہ میں یحرم من الرضاعۃ کے اندر رضاعت مطلق ہے جس سے ثابت ہوا کہ اثبات رضاعت صرف دودھ پینے سے ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رضاعت اسوقت ثابت ہوگی جب پانچ مرتبہ دودھ پئے گا۔

دلیل:۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے رضاعت دس مرتبہ دودھ پینے سے ہوتی تھی۔ پھر پانچ منسوخ ہو گئیں اور باقی پانچ رہ گئیں تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جس سے ثابت ہوا کہ اثبات

رضاعت پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ہوگی۔

ترجیح:۔ ارشاد ربانی ہے وامھاتکم التی ارضعنکم تو اس میں ان عورتوں کو ماں قرار دیا ہے جن سے مطلقاً رضاعت ثابت ہو رہی ہے۔

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق کو وجہ حرمت قرار دیا ہے اور فرمایا رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب سے ثابت ہوتی ہے۔

نسب مشبہ بہ اور رضاعت مشبہ ہے جس میں مطلقاً تشبیہ مراد ہے رضاعت کی کا ذکر نہیں۔

انکی دلیل کا جواب:۔ مزید یہ کہ شوافع کا جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ نسخ تلاوت رسول اللہ ﷺ کے بعد نہیں ہو سکتا حالانکہ مذکورہ بالا حدیث سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد نسخ تلاوت معلوم ہو رہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر 4:۔

عبارت پر اعراب:۔ مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْکًا لَہٗ فِیْ عَبْدٍ فَکَانَ لَہٗ مَالٌ یَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَیْہِ قِیْمَۃُ الْعَدْلِ فَاُعْطِیَ شُرَکَاءُ حِصَصَھُمْ وَعَتَقَ عَلَیْہِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْہُ مَا عَتَقَ.

ترجمہ:۔ حضرت نافع بن خدیج سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے مشترکہ غلام کو آزاد کیا اور شخص مالدار ہو اور اس کا مال غلام کی قیمت کو پہنچتا ہے تو کسی عادل شخص سے اس غلام کی قیمت لگوائی جائے گی پس عطا کرے گا وہ شخص ان شرکاء کو مال ان کے حصوں کے مطابق اور آزاد ہو جائیگا غلام اس شخص پر ورنہ آزاد ہوگا وہ غلام اتنا جتنا اس شخص نے آزاد کیا۔

غلام کی آزادی میں اختلاف:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والے باقی شرکاء کو انکے حصص کے مطابق قیمت ادا کردی تو وہ غلام آزاد ہو جائیگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معتق جب اس کو آزاد کریگا تو وہ آزاد ہو جائے گا لیکن اس معتق پر لازم ہے کہ وہ باقی

شرکاء کو انکے حصص ادا کرے۔

نوٹ:۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب:۔ گذر چکا ہے۔

(ب)

حقیقی بہن بھائیوں کے بارے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب:۔

انکے نزدیک اگر میت کی اولاد ہو یا اولاد کی اولاد ہو تو یہ محروم ہوں گے اور اگر میت کا والد یا دادا ہو تو بھی یہ محروم ہوں گے۔

مذکورہ ورثاء نہ ہونے کی صورت میں یہ اگر ایک ہو تو اسے سدس ملے گا اور اگر دو ہوں یا اس سے زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا

امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ ان کے نزدیک اگر اولاد ام ایک ہو تو سدس ملے گا اور اگر دو ہوں تو ہر ایک کو سدس ملے گا دو سے زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا۔

القسم الثانی مؤطا امام محمد

سوال نمبر 3:۔ یہ سوال مکمل حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 4:۔

اعراب:۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ مَنْ کَانَ لَهُ مَالٌ وَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهُ ذَبِیبَتَا یَطْلُبُهُ حَتّٰی یُمَکِّنَهُ فَیَقُوْلُ اَنَا کَنْزُکَ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا مال ہو اور وہ زکوۃ ادا نہ کرے اسکے مال کو ایسے گنجے سانپ (جسکی آنکھوں پر دو نشان ہونگے) کی صورت میں لایا جائیگا وہ اس کو طلب کریگا اسے پائیگا (اسے ڈسے گا) اور کہے گا میں تیرا مال ہوں۔

کنز اور رکاز کے درمیان فرق:۔

کنز:۔ اس مال کو کہتے ہیں جو ہاتھوں کے ساتھ زمین میں دفن کیا جائے یعنی خود دفن کیا جائے۔

رکاز:۔ رکز کی جمع ہے جس کا معنی ہے زمین سے نکلا ہوا مال یہ مطلق ہے خود دفن کیا ہو یا قدرتی طور پر زمین سے نکلا ہو۔

کنز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مال کو کہتے ہیں جسکی زکوۃ ادا نہ کی جائے۔

اس مال سے عذاب دینے کی وجہ:۔ انسانوں کو انکے مال سے عذاب دینے کا مقصد عذاب میں زیادتی کرنا ہے یعنی اس لیے کہ اسے معلوم ہو جائے تیرا وہ مال جسے تو اپنے پاس چھپائے رکھتا تھا اور اللہ تعالی کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تھا تجھے رزق کا خیال تھا لیکن جو تجھے رزق دے رہا تھا تو اس کو بھول گیا اور جو مل رہا تھا اسے اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گیا یہ حدیث موقوف ہے۔

سوال نمبر 5:۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ مَا صُلِّیَ عَلٰی عُمَرَ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔

امام شافعی کا مذہب:۔ انکے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے انکی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں اور یہ کسی مجبوری کی وجہ سے تھا۔ مدینہ کے باہر جنازہ گاہ تعمیر کرانا اس کی واضح دلیل ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں ہوتی۔

حل پرچہ مؤطا امام مالک 2008ء

سوال نمبر 1:۔

آیات قرآنیہ سے استدلال:۔ امام مالک نے گھوڑے، گدھے اور خچر کے گوشت نہ کھانے پر آیات قرآنیہ سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی نے جانوروں کی پیدائش کا سبب سواری اور زینت بنایا ہے اگر ہم ان کو کھائیں گے تو کتاب اللہ میں زیادتی ہوگی۔

امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا مذہب:۔ انکے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا ناجائز اور حرام ہے انکی دلیل اللہ تعالی کا فرمان

﴿والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة﴾

امام شافعی کا مذہب:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے انکی دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع نہیں کیا گیا۔

المعتر کا معنی:۔ وہ شخص ضرورت مند ہونے کے باوجود سوال نہ کرے۔

القانع کا معنی:۔ قناعت پسند۔

سوال نمبر2:۔

اعراب:۔ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَجُلًا اعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ بِالزِّنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَأَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُجِمَ

ترجمہ:۔ حدیث بیان کی ہمیں مالک نے ابن شہاب سے کہ خبر دی ' سے ایک آدمی نے زنا کے مرتکب ہونے کا اعتراف کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور اپنی جان پر چار مرتبہ گواہی دی تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(ب) آدمی کا زنا کے ارتکاب کا اعتراف اور حد:۔

مسلک احناف، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عاقل، بالغ اگر ارتکاب زنا کا اقرار کرتا ہے اور اس کا چار مرتبہ اعتراف بھی کرتا ہے تو اس پر حد جاری ہوگی کسی اور شرط کی ضرورت نہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک اجراء حد کیلئے یکبارگی اعتراف ہی کافی ہے۔

سوال نمبر3:۔

فرائض کا لغوی معنی:۔ کاٹنا، مقرر کرنا

اصطلاحی معنی:۔ وہ احکام جو اللہ تعالی نے ورثاء کیلئے کتاب اللہ میں مقرر فرمائے ہیں۔

حل پرچہ موطا امام مالک 2009ء

سوال نمبر1:۔ حضرت امام مالک عبدالرحمن بن قاسم سے اور وہ اپنے باپ سے کہ خبر دی انہوں نے کہ بیشک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوتا تھا وہ شخص جس کو آپکی بہنوں نے دودھ پلایا، اور جس کو آپکی بھتیجیوں نے دودھ پلایا اور نہیں داخل ہوتا تھا وہ شخص جس کو آپکی بھابھیوں نے دودھ پلایا۔

(ii) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا جس کو آپکی بھابھیوں نے دودھ پلایا کیونکہ آپ کا یہ

مسلک ہے کہ رضاعت صرف مرضعہ میں ثابت ہوتی ہے اگرچہ آپکا مسلک جمہور کے خلاف ہے اسی لیے آپکے چچا جناب افلح نے جب آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے منع فرما دیا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اسے حرتما آنے کی اجازت دیں کیونکہ وہ آپکے رضاعی چچا ہیں حضرت عائشہ نے کہا کہ مجھے دودھ عورت نے پلایا ہے مرد نے نہیں۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جناب سیدہ مختار ہیں محارم سے جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں نہ آنے دیں۔ (حاشیہ موطا امام مالک ۵۳۶/۲)

(iii) مقدار مدت رضاعت جواب گزر چکا ہے۔

سوال نمبر2:۔ حضرت امام مالک زید بن اسلم سے کہ بیشک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کلالہ کے بارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کیلئے کافی ہے وہ سورۃ نساء کی آخری آیت جو گرمیوں میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ:۔ یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ

کلالہ کا لغوی معنی:۔ دوری ہے۔ کلالہ مشتق ہے اکلت الرحم سے۔

شرعی معنی:۔ وہ میت جسکی اولاد اور والد نہ ہو۔

اختلاف ائمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے نزدیک میت کو کلالہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک میت کے ورثاء کو کلالہ کہتے ہیں۔

(iii) دو آیتوں کے درمیان تطبیق:۔ خیفی بہن بھائیوں کی دو صورتیں ہیں ایک ہو تو سدس ملے گا اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو ثلث ملے گا۔

اگر اکیلی بہن ہو تو نصف ملے گا

اگر سگی بہن ہو تو نصف ملے گا۔

پہلی آیت میں خیفی اور دوسری آیت میں علی اور عینی کا ذکر کیا گیا ہے۔

(ب) ترجمہ:۔ مالک حضرت زید بن اسلم اور وہ بنی ضمرہ کے ایک مرد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا میں عقوق کو پسند نہیں کرتا اور فرمایا وہ شخص جس کے ہاں بچہ پیدا ہو پس میں پسند

کرتا ہوں کہ اگر وہ قربانی کرسکتا ہے تو کرے۔

لااحب العقوق کی وجہ:۔ آپ نے اس لیے فرمایا کہ سوال کرنے والا یہ گمان کرتا تھا کہ آپ ماں باپ کی نافرمانی کرنے کیلئے کہہ رہے ہیں کیونکہ عقوق کا معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عقوق یعنی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا باقی رہا عقیقہ یہ متعدد احادیث میں وارد ہے۔

(ii) عقیقہ کا لغوی معنی:۔ توشہ دان ہے۔

شرعی معنی:۔ ہر اس ذبیحہ کو جو کہ بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن ذبح کیا جائے عقیقہ کہا جاتا ہے

فقہاء کرام کے عقیقہ کے بارے اقوال:۔ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک عقیقہ واجب ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک والد کیلئے ضروری ہے کہ اپنے بچے کیلئے قربانی کرے اور اس کے سر کے بال اتروائے اور ان کے برابر صدقہ کرے سونا، چاندی خیرات کرے اور جانور ذبح کرے۔

لفظ عقیقہ پر نوٹ:۔

دین میں جس طرح ہر مسلمان پر نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے اسی طرح اپنی اولاد جو کہ تمام نعمتوں سے عظیم نعمت ہے اس کی طرف سے قربانی دیکر شکر ادا کرے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اعطائے کوثر پر فرمایا "فصل لربک وانحر" اسی طرح والد پر ضروری ہے کہ اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا ہو سکے۔

دور جاہلیت میں بھی لوگ اپنی اولاد کی طرف سے صدقہ و خیرات وغیرہ کرتے قربانی کرتے اور خوشیاں مناتے تھے، ہم پر بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میں تم پر تمہارا رزق تنگ کر دوں گا۔ عقیقہ کرنا بھی ایک قسم کا شکر ادا کرنا ہے اس لیے ہر صاحب استطاعت کو چاہیے کہ وہ صدق دل سے سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہو اور قربانی دیکر شکر ادا کرے۔

حل پرچہ مؤطا امام مالک 2010ء

سوال نمبر1:۔(ا) جناب عمرو بن حکم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میری ایک غلامہ ہے جو کہ میری بکریاں چرایا کرتی تھی میں ریوڑ میں گیا تو ایک بکری کو گم پایا میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ اسے بھیڑیے نے کھالیا ہے یہ سن کر میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر ڈالا۔ میرے ذمے بطور کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا لازم ہو چکا ہے کیا میں اسے آزاد کردوں چونکہ غلامہ وہیں موجود تھی اس لیے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا اللہ کہاں ہے اس نے جواب دیا آسمان پر پھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے سوال کیا میں ہوں اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کردے۔

(ب) اس دور کے مشرکین کے ہاں خدا کا تصور زمین پر موجود بتوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا غلامہ کے مذکورہ جواب سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس کا ایمان مشرکین جیسا نہیں یعنی وہ بت پرست نہیں بلکہ اس خدا کو مانتی ہے جو ان بتوں سے بالاتر ہے گویا اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میرا خدا ان تصورات سے بالاتر ہے جو کہ مشرکین قائم کیے ہوئے ہیں ایمان اجمالی کا مفہوم یہی ہے۔

(ج) (i) امتحان کا مقصد اعتاق رقبہ میں صاحب ایمان ہونا شرط قرار دینا نہیں بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اعتاق احسان ہے کیا ہی اچھا ہوگا کہ یہ احسان مؤمن پر کیا جائے۔

(ii) مزید برآں یہ ایک واقعہ ہے اور واقعہ سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

(iii) یہ خبر واحد ہے کتاب اللہ پر زیادتی خبر واحد سے نہیں بلکہ خبر مشہور سے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ فرمان نبوی مذہب حنفیہ کے خلاف نہیں۔

سوال نمبر2:۔ دونوں احادیث میں وجہ تطبیق:۔ ائمہ حدیث نے ان دونوں کے درمیان جو تطبیق بیان کی ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے: حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ دونوں میں الگ الگ حقوق کا ذکر ہے گویا بتلایا یہ جارہا ہے کہ حقوق العباد میں سے سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ قتل ہوگا۔

یوں دوسرے مقام پر فرمایا جارہا ہے کہ حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے جس کی پرسش ہوگی وہ نماز ہوگی۔

باقی اجزاء کے جوابات سابقہ پرچوں میں حل ہو چکے ہیں۔

سوال نمبر3:۔ اس کا جواب گزر چکا ہے۔

مؤطا امام محمد

سوال نمبر 4:۔

(الف) مسجد میں متوفی کی نماز جنازہ کی ادائیگی مختلف فیہ ہے امام شافعی علیہ الرحمہ جواز کے قائل ہیں انکی دلیل یہی حدیث ہے جو کہ سوال میں مذکور ہے مسند ابن ابی شیبہ اور مسند عبد الرزاق میں ایسی مرویات موجود ہیں جن سے امام صاحب کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

مذہب احناف:۔ احناف اور امام مالک کا یہ مسلک ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی جائز نہیں۔

دلیل:۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من صلی علی میت فی المسجد فلا شیء لہ" جس نے نماز جنازہ مسجد میں ادا کی اس کو کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں ہی مدینہ منورہ میں شہر کے باہر جنازہ گاہ بنادی گئی تھی اگر مسجد میں نماز جنازہ جائز ہوتی تو جنازہ گاہ بنانے کی کیا ضرورت تھی جنازہ گاہ کی تعمیر اس پر گواہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں ہو سکتی۔

شوافع کی دلیل کا جواب:۔ امام شافعی کی مرویہ کا جواب دیتے ہوئے احناف فرماتے ہیں کہ کسی مجبوری کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت حالات کا تقاضا تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جائے حالت خوف پر حالت امن کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) نماز جنازہ کی دوسری بار ادائیگی مختلف فیہ ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام شافعی کا مسلک:۔ آپ کے ہاں مطلقاً دوسری بار نماز جنازہ کی ادائیگی جائز ہے جیسا کہ مسجد کی خادمہ کی قبر پر رسول اللہ ﷺ کے نماز جنازہ کی ادائیگی سے واضح ہو رہا ہے اور نجاشی امیر حبشہ کی نماز جنازہ کی ادائیگی ہی عیاں ہو رہا ہے۔

مسلک امام ابوحنیفہ:۔ امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ دوسری بار نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ پہلی بار کی ادائیگی سے فرض کی تکمیل ہو جاتی ہے دوبارہ ادائیگی نفل ہوگی جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

شوافع کی دلیل کا جواب:۔ نجاشی اور خادمہ رضی اللہ عنہا پر رسول اللہ ﷺ کا نماز جنازہ ادا کرنا آپ ﷺ کی خصوصیات

میں سے شمار ہوتا ہے۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ اہل ایمان کیلئے برکت کا سبب ہے جیسا کہ جناب زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "ان صلاتی علیہ رحمۃ"

(نوٹ) بقیہ سوالات کے جوابات گزشتہ پرچوں میں حل ہو چکے ہیں۔

حل پرچہ مؤطا امام مالک 2011ء

بقیہ سوالات کے جوابات سابقہ پرچہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر 2:۔ مندرجہ احادیث میں بظاہر پایا جانیوالا تعارض کیسے دور ہوگا؟

(الف) جناب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا فیصلہ کیا جائیگا وہ قصاص سے متعلق ہوگا۔ جبکہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا سب سے پہلے جس چیز کے بارے سوال یعنی فیصلہ ہوگا وہ نماز ہوگی۔

دفع تعارض:۔ درحقیقت حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔

دونوں ارشادات میں بتایا جا رہا ہے کہ حقوق اللہ میں جس کو اولیت حاصل ہے وہ نماز ہے اور حقوق العباد میں جس کو اولیت دی گئی ہے وہ قصاص ہے گویا دونوں میں اولیت اضافی ہے پس دونوں ارشادات میں تعارض نہیں بلکہ دونوں دو الگ الگ حقائق بیان کر رہے ہیں۔

مؤطا امام محمد

سوال نمبر 5:۔ مذکورہ حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے

جناب عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محترمہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (جو کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں) آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بعد از وصال غسل دیا بعد ازاں میں باہر آئی اور مہاجرین میں سے موجود صحابہ سے پوچھا میں روزے سے ہوں جبکہ آج کے دن شدید ٹھنڈک ہے کیا مجھ پر غسل لازم ہے یا کہ نہیں؟

(ب) بیوی کا اپنے خاوند کو غسل دینا تمام ائمہ کے ہاں متفق علیہ ہے ائمہ اربعہ میں سے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا یونہی غسال پر غسل لازم نہیں اور نہ ہی وضو ضروری ہے البتہ کوئی چھینٹا وغیرہ پڑ جانے کی صورت میں اس کا دھونا ضروری ہے۔

حل پرچہ علم کلام 2006

سوالنمبر 1:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ اہل حق نے کہا کہ اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔

اہل حق سے مراد:۔ اہل حق سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں۔

حق کی تعریف:۔ واقعہ کا حکم کے مطابق ہونا۔

حق کا مقابل:۔ حق کا مقابل باطل آتا ہے۔

حق کا اطلاق:۔ حق کا اطلاق چار چیزوں پر ہوتا ہے: اقوال، ادیان، مذاہب، عقائد۔

حقیقت کا معنیٰ:۔ کسی شے کا عین الشی ہونا حقیقت کہلاتا ہے۔

حقیقت، ماہیت اور ہویت میں فرق:۔ شے باعتبار تحقق کے حقیقت ہے باعتبار تشخص کے ہویت قطع نظر تشخص شے کے ماہیت کہلاتی ہے۔

سوال نمبر 2:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ اشیاء کی حقیقتوں کا علم ثابت ہے بخلاف سوفسطائیہ کے۔

عبارت کی تشریح:۔ اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ اشیاء کی حقیقتیں موجود محقق ہیں، انسان کی حقیقت حیوان ناطق نفس الامر میں موجود ہے جیسا کہ آسمان زمین اور فرس وغیرہ موجود ہیں ان کا وجود کسی کے اعتبار پر موقوف نہیں جن کا ہم ہمہ وقت مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لیکن سوفسطائیہ کہتے ہیں کہ اشیاء کی حقیقتیں ثابت نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کا ہمیں علم نہیں۔

قائلین عدم علم کے اسماء:۔ ان کے تین گروہ ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) عنادیہ (۲) عندیہ (۳) لاادریہ

عنادیہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔

عندیہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اشیاء کی حقیقتیں ہمارے اعتقاد کے تابع ہیں۔

لا ادریہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر چیز میں شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اشیاء کی حقیقتوں کے بارے میں کسی قسم کا علم نہیں۔

سوال نمبر 3:۔

صفات ثبوتیہ:۔ یہ وہ صفات ہیں جن کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ ضروری ہے۔ جیسے: حی ہونا، عالم ہونا، قادر ہونا وغیرہ

صفات ثبوتیہ کی تعداد:۔ صفات ثبوتیہ اگرچہ لاتعداد ہیں لیکن مصنف نے چند کو ذکر کیا ہے جیسے حی ہونا، عالم ہونا، خالق ہونا، قادر ہونا وغیرہ۔

صفات ثبوتیہ میں سے تین کی وضاحت:۔

عالم ہونا:۔ اللہ رب العزت کو عالم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں چنانچہ اللہ رب العزت نے کلام مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ اس آیت کریمہ سے اللہ رب العزت کا عالم ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

قادر ہونا:۔ اللہ رب العزت کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ رب العزت کی قدرت میں داخل نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ کہ اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے۔

مالک ہونا:۔ اللہ رب العزت کو مالک اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہر چیز کا مالک ہے، کوئی چیز اس کی ملکیت سے باہر نہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾

صفات سلبیہ:۔ صفات سلبیہ ان صفات کو کہتے ہیں جن کا سلب اللہ تعالیٰ کی ذات سے ضروری ہے جیسے جاہل ہونا، جسم ہونا، عرض ہونا وغیرہ۔

صفات سلبیہ میں سے دو کی وضاحت:۔

عرض ہونا:۔ اللہ رب العزت عرض نہیں۔ کیونکہ عرض محل کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج ہونا ممکن کی شان ہے اگر اللہ رب العزت کو

عرش مانا جائے تو اللہ رب العزت کا ممکن ہونا لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔

جسم نہ ہونا:۔ اللہ رب العزت جسم سے پاک ہے کیونکہ جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہے۔ اگر اللہ رب العزت کا جسم تصور کیا جائے تو اللہ رب العزت کا حادث ہونا لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔

عنوان نمبر 4:۔

عبارت کی تشریح:۔ جن صفات سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہمیشہ متصف رہتی ہے اور وہ صفات ازلیہ کہلاتی ہیں اور وہ ذات خداوندی سے جدا نہیں ہوتیں نیز یہ صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں بلکہ قائم بذاتہ ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں عطائی نہیں یہی اہلسنت و جماعت کا مسلک ہے۔

اس مسئلہ میں کرامیہ اور معتزلہ کا موقف:۔

معتزلہ کا موقف:۔ معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ عین ذات ہیں وہ اللہ رب العزت کو معلومات کیساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے عالم اور مقدورات کیساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے قادر کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بصورت دیگر یہ صفات بھی قدیم اور واجب ہونگی جس سے تعدد قدماء لازم آئیگا، جو کہ محال ہے۔

کرامیہ کا موقف:۔ کرامیہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ حادث ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو باہر سے لاحق ہوتی ہیں۔

اہلسنت کا جواب:۔ اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی ذات کیساتھ حادث کا قیام محال اور بعید از فہم ہے اس لیے صفات باری تعالیٰ حادث نہیں ہونگی معتزلہ کے موقف کا جواب یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں جو کہ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں اس لیے تعدد قدماء لازم نہیں آئے گا۔

سوال نمبر 5:۔

بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے یا نہیں؟

اہلسنت و جماعت کا موقف:۔ اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ جتنے بھی افعال بندے سے صادر ہوتے ہیں ان تمام کا خالق اللہ رب العزت ہے کیونکہ خالقیت یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی اس صفت میں رب تعالیٰ کا شریک

نہیں۔ البتہ جہاں بھی اللہ رب العزت نے خالقیت کی نسبت بندہ کی طرف فرمائی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔

جبریہ کا موقف:۔ جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ کو کسی شی کا کوئی اختیار نہیں بندہ پتھر کی طرح ہے۔

معتزلہ کا موقف:۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے لیکن خالقیت عبد خالقیت رب کی مثل نہیں کیونکہ خالقیت عبد اسباب وآلات کی محتاج ہے جبکہ اسباب وآلات خالقیت رب میں داخل نہیں۔

دلیل:۔ ماشی اور مرتعش کی حرکت کے درمیان پایا جانے والا فرق بداہتاً معلوم ہو رہا ہے کہ پہلی حرکت بالاختیار جبکہ دوسری حرکت بالاضطرار ہے یہ فرق واضح کر رہا ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مختار ہے۔ نیز اگر سارے افعال اللہ رب العزت کی تخلیق سے ہیں تو پھر مدح وذم، عقاب وثواب کا قانون باطل ہو جائے گا۔

اہل سنت کے دلائل:۔ (الف) ارشاد باری تعالیٰ ﴿واللہ خلقکم وما تعملون﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے تمام معمولات کا خالق ہے، معمولات ہر قسم کے افعال کو شامل ہیں لہٰذا مذکورہ بالا عبارت میں تمام معمولات کا خالق اللہ ہی ہوگا۔

(ب) **تمہید:۔** افعال اختیاریہ کے موجد کیلئے ضروری ہے کہ فاعل جس کام کو سرانجام دینے جا رہا ہے اس کے تمام جزئیات کو جانتا ہو۔ اس حقیقت مسلمہ کے پیش کسی بھی مسافر کو قبل از سفر کی تمام کیفیات کو جاننا ضروری ہوگا جو کہ بدیہی البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق نہیں۔

دلائل معتزلہ:۔ (الف) معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو افعال عباد کا خالق ماننے سے مدح وذم اور ثواب وعقاب کا تصور وعقیدہ لایعنی ہو جائیگا اس عقیدہ کی صداقت کیلئے ضروری ہے کہ عباد ہی کو اپنے افعال کا خالق قرار دیا جائے۔

(ب) رب ذوالجلال نے اپنے وصف تخلیق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فتبارک اللہ احسن الخالقین﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمام خالقین سے احسن وبہتر خالق ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی خالق موجود ہیں اس کی تائید اس آیہ کریمہ سے ہو رہی ہے: ﴿واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر﴾ تخلیق کی نسبت جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی جا رہی ہے اس ارشاد ربانی سے واضح ہو رہا ہے کہ ہر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

دلائل جبریہ:۔ (الف) جبریہ کہتے ہیں کہ بندے کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں بندے کی حیثیت صرف اور صرف پتھر کی مانند

ہے اسے جدھر پھینک دیا گیا وہ ادھر ہی چل پڑا۔

کیونکہ کسی چیز کے واجب اور ممنوع قرار دینے میں بندے کا بالکل دخل نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے [illegible]
ہیں رب کریم نے کسی چیز کے وجود کو لازم قرار دیا تو وہ واجب ٹھہرا اور اگر کسی کے عدم کو لازم سمجھا تو وہ ممنوع ٹھہرا ایسے [illegible]
افعال کے صدور میں بندے کا رائی بھر بھی دخل نہیں۔

(ب) تمہید:۔ یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ مقدور واحد کا تعلق ایک ہی فاعل سے ہو سکتا ہے دو سے نہیں۔ اس [illegible]
پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے بعد بندے کو مختار قرار دینے سے ایک فعل کے دو فاعل پائے جائیں گے۔ (۱)
فاعل حقیقی هو الله تعالى (۲) بندے کا فاعل مختار ہونا۔ یہ حقیقت مسلمہ کے خلاف ہے لہذا بندہ مختار نہیں بلکہ مجبور محض ہے۔

سوال نمبر 6:۔

(الف) عبارت کا ترجمہ:۔ اور خبر رسول علم استدلالی کا فائدہ دیتی ہے یعنی ایسا علم جو دلیل میں نظر وفکر کرنے سے استدلال
کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

دلیل کی تین تعریفات:۔

(۱):۔ دلیل وہ ہے جو قضایا سے مرکب ہو۔

(۲):۔ دلیل وہ ہے جس میں صحیح نظر کرنے سے مطلوب تک رسائی حاصل ہو جائے۔

(۳):۔ دلیل وہ ہے جس کے جاننے سے کسی دوسری شے کا علم حاصل ہو جائے۔

(ب) حق اور صدق کا معنی:۔ حق یہ ہے کہ واقعہ کا حکم کے مطابق ہونا اور صدق یہ ہے کہ حکم کا واقعہ کے مطابق ہونا۔

حل پرچہ علم کلام 2007ء

سوال نمبر 1:۔ (۱) علم کلام کی تعریف:۔ **هو علم باصول يعرف بها العقائد الدينية بدلائل اليقينية**
عقائد دینیہ کو دلائل یقینیہ کیساتھ جاننے کا نام علم کلام ہے۔

موضوع:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات۔

غرض:۔ سعادت دارین۔

(ب) مندرجہ ذیل فرقوں کا تعارف:۔

لا ادریہ:۔ یہ وہ فرقہ ہے جو شے کے ثبوت وعدم ثبوت کا انکار کرتا ہے اور شے کے علم اور عدم علم کا بھی انکار کرتا ہے۔

معتزلہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ خارج از ایمان اور کفر میں داخل نہیں ہے۔

خوارج:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ خارج از ایمان اور داخل فی الکفر ہو جاتا ہے۔

مرجئہ:۔ یہ وہ گروہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا یعنی بخشش یقینی ہے۔

قدریہ:۔ یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔

جبریہ:۔ یہ کہتے ہیں کہ انسان پتھر کی طرح ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں۔

عندیہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اشیاء کی حقیقتیں ہمارے اعتقاد کے تابع ہیں۔

سوال نمبر 2:۔

(ا) حق کی تعریف:۔ واقعہ کا حکم کے تابع ہونا۔

صدق کی تعریف:۔ حکم کا واقعہ کے مطابق ہونا۔

(ب) عالم کے معانی:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے تمام کا تمام عالم کہلاتا ہے۔

صفات باری عالم میں داخل ہیں یا نہیں؟

صفات باری تعالیٰ پر عالم کا اطلاق درست نہیں کیونکہ عالم کا اطلاق ایسی اشیاء پر ہوتا ہے جو کہ متغیر اور حادث ہوں صفات باری تعالیٰ کو عالم میں شامل کرنے سے انکا بھی حادث ہونا لازم آئیگا، صفات اپنے موصوف کے ساتھ قائم ہوتی ہیں لہذا یہ بھی واجب الوجود کے ساتھ قائم ہونگی جس سے واجب الوجود کا محل حوادث ہونا لازم آئیگا جو کہ بدیہی البطلان ہے۔

سوال نمبر 3:۔ یہ سوال حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 4:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ اور قرآن جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اس کی تفصیل 2010 میں ملاحظہ کریں۔

حل پرچہ علم کلام 2008ء

سوال نمبر 1:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ انسانی رسول (ایسے فرشتوں سے جو کہ رسول ہیں) افضل ہیں اور ایسے فرشتے جو کہ رسول ہیں عام انسانوں سے افضل ہیں اور عام انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

رسل بشر سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد وہ مقرب انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت سے نوازا ہے۔

رسل ملائکہ سے کیا مراد ہے؟

رسل ملائکہ کی تعریف:۔ **الذین یاخذون الوحی عن اللہ سبحانہ ویبلغونہ سائر الملائکۃ** (نبراس ص ۵۹۵)

رسل ملائکہ:۔ وہ مقرب فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تمام فرشتوں تک پہنچاتے ہیں۔ جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں جبرائیل، عزرائیل، اسرافیل، میکائیل علیہم السلام۔

عامۃ البشر سے کیا مراد ہے؟

اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام بنی نوع انسان مراد ہیں۔

(ب) معتزلہ وغیرہ نے جن دلائل کا سہارا لیتے ہوئے انسان پر تفضیل ملائکہ کے اثبات کا قول کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(i) فرشتے ارواح مجردہ ہیں انکی عقل کامل اور مکمل ہے اور انسان میں پائے جانے والے شر مثلاً شہوت، غضب اور حیوانی صورت کی تاریکیوں سے محفوظ ہیں۔ مزید برآں وہ تعجب انگیز افعال و اعمال پر قادر ہیں اور ماضی و مستقبل کا علم بغیر کسی غلطی کے رکھتے ہیں۔

(ii) انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں سے افضل اور برتر ہونے کے باوجود ان سے علم حاصل کرتے ہیں اور مستفید

ہوتے ہیں۔

(iii) کتاب وسنت میں ملائکہ کا ذکر انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے کیا جاتا ہے، اس ذکر کا باعث صرف اور صرف ان کا تقدم اور تقدم.......ہے۔

(iv) قرآن مجید میں جناب عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لن یستنکف المسیح أن یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون﴾ قرآن کا یہ اسلوب بتاتا ہے کہ فرشتے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ چونکہ دیگر انبیاء کرام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں لہٰذا فرشتے نہ صرف انبیاء کرام بلکہ تمام انسانوں سے افضل ہوں گے۔

معتزلہ:۔ کے وجوہ استدلال کا صاحب کتاب نے جو جواب دیا ہے وہ بالترتیب درج ذیل ہے:

(i) پہلی دلیل کا جواب:۔

صاحب کتاب نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا آپ نے اپنی دلیل میں جس اصول کا تذکرہ کیا ہے اسکی بنیاد فلسفہ کے قوانین پر ہے علوم اسلامیہ سے اس قانون کا کوئی واسطہ نہیں۔

(ii) دلیل ثانی کا جواب:۔

ملائکہ انبیاء اور رسل کے اساتذہ نہیں بلکہ ان کا معلم خدائے لم یزل ہے فرشتوں کا کردار صرف اور صرف قاصدانہ ہے۔

(ii) دلیل ثالث کا جواب:۔

قرآن حکیم میں انبیاء کرام کے ذکر سے فرشتوں کا پہلے ذکر کرنا ان کی شرافت پر دلالت نہیں بلکہ تقدیم ذکر کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) فرشتوں کا وجود انبیاء علیہم السلام کے وجود سے پہلے ہے۔

(۲) ان کا وجود پوشیدہ ہے، ایمان کی اصلیت ایمان بالغیب ہے یہ بھی چونکہ پوشیدہ ہیں اس لحاظ سے ان پر پہلے ایمان لانا اولیٰ اور مضبوط تر ہوگا۔

(iv) دلیل رابع کا جواب:۔

عیسائی اپنے گمان فاسد کے مطابق جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بندگان خدا سے بلند تر سمجھتے ہوئے آپ کو خدا کا بیٹا تصور

کرتے ہیں۔ اپنے گمان فاسد کو ثابت کرنے کیلئے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مثلاً احیائے موتی وغیرہ کو دلیل بناتے ہیں
اس آیت کریمہ میں اس گمان فاسد کا رد کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جناب عیسیٰ علیہ السلام جن کا باپ نہیں اور
فرشتے جن کا نہ باپ ہے اور نہ ماں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑے عظیم کارنامے سرانجام دیتے ہیں (تکبر کا اظہار نہیں
کرتے) اس آیت مبارکہ میں ترقی اور علو کا تعلق ان افعال عظیمہ سے ہے جو کہ فرشتوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مطلق شرافت اور
کمال کے ساتھ نہیں۔ اس توجیہہ کے پیش نظر ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کی انبیاء کرام پر فضیلت کو ثابت نہیں کیا
گیا۔

سوال نمبر 2:۔

(ا) عبارت کا ترجمہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: خلافت تیس سال تک ہے، اس کے بعد بادشاہت اور امامت ہے
کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی اس کے بعد ایسے بادشاہ ہونگے جو حکومت
کے ساتھ چمٹے رہیں گے۔

(ب) ظاہر حدیث اگرچہ مطلق خلافت کو تیس سال کے ساتھ مختص کر رہی ہے تاہم ایسا نہیں ہے اس لیے کہ امت کے مجتہدین
کرام اس پر متفق ہیں کہ خلفاء عباسیہ اور خلفاء مروانیہ میں سے کچھ خلفاء جیسا کہ جناب عمر بن عبدالعزیز کو بالاتفاق خلیفہ قرار دیا گیا
لہٰذا اس حدیث پاک سے مراد ایسی خلافت ہے جو سراپا رسول اللہ ﷺ کی غلامی اور اتباع پر مشتمل ہو اس میں رسول اللہ ﷺ کی
مخالفت کا شبہ تک نہ ہو۔ گویا کہ خلافت کی دو اقسام ہیں:

(۱) ایسی خلافت جو سراسر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا پرتو ہو۔

(۲) جو ایسے اوصاف پر کاملاً مشتمل نہ ہو۔

خلاصہ کلام:

حدیث پاک میں جس خلافت کی تحدید کی گئی ہے وہ خلافت کی قسم اولیٰ ہے، مطلق خلافت نہیں۔

(ج)

اسکے دو حصے ہیں:

(i) امامت کبریٰ کیلئے امام کے انتخاب کی وجوہ۔

(ii) امام کے منتخب کرنے کی حکمت اور شرائط۔

انتخاب امام کیلئے صاحب شرح عقائد نے جو وجوہ بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(i) نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة"

(ii) صحابہ کرام کا عمل مبارک نصب امام کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے چنانچہ آقا علیہ السلام کی تدفین جیسے اہم معاملہ پر نصب
امام کو ترجیح دی گئی علاوہ ازیں احکامات کے نفاذ، حدود اللہ کے قیام، سرحدوں کی حفاظت، مجاہدین کی تیاری، صدقات کی وصولی،
چور اور ڈاکو کو قابو میں لانے، جمعہ اور عیدین کے قیام اور مختلف جھگڑوں کے فیصلے، دیگر ضروریات زندگی کے باہم پہنچانے کیلئے
امام کا تقرر ضروری ہے۔

(iii) صاحب شرح عقائد نے نصب امام کیلئے جن شرائط کو ضروری قرار دیا ہے وہ صرف تین ہیں۔

(۱) امام ظاہر ہوگا تا کہ لوگ اس کی طرف رجوع کر سکیں۔ اور اپنے حوائج و مصالح کا علاج کر سکیں۔

(۲) چھپا ہوا نہ ہونا کیونکہ ایسا امام جو دشمنوں اور ظالموں کے ڈر سے چھپ جائے بھلا وہ عوام کے کام کیسے آسکے گا۔

(۳) منتظر نہ ہونا کیونکہ ایسا امام جس کی آمد کا انتظار ہو بھلا وہ اصلاح زمانہ اور فساد و شر اور نظام میں واقع ہونے والا خلل کیسے
دور کر سکے گا۔

سوال نمبر 3:۔ (الف) اس کا حل گزر چکا ہے۔

(ب) فرق:۔

متقدمین کے علم کلام میں نقلی دلائل کی کثرت ہے اور اسکے اندر عقلی دلائل اور فلسفہ کی آمیزش نہیں ہے۔

اور متاخرین کے علم کلام میں نقلی دلائل، عقلی دلائل اور فلسفہ کی آمیزش عروج پر ہے۔

(ج) علم کلام پر اعتراض:۔

امام ابو یوسف نے فرمایا: جو آدمی علم کلام سیکھتا ہے یا اس میں گفتگو کرتا ہے وہ زندیق ہے یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ امام
موصوف ہارون الرشید کے پاس تشریف لے گئے وہاں علمائے کرام علم کلام میں مناظرہ کر رہے تھے۔ ہارون الرشید نے ان کے
درمیان فیصلہ کرنے کیلئے آپ کو منصف بنانا چاہا، آپ نے فرمایا میں ایسے غیر معقول علموں میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کہتے ہوئے
منصف بننے سے انکار کر دیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم کلام کے بارے میں میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان سب کی خوب مرمت

کروں پھر اپنی اونٹنی پر لاد کر مختلف شہروں میں گشت کراؤں اور یہ اعلان کروں کہ جو شخص کتاب وسنت کا تارک ہو اس کا انجام یہ ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے اسلام کے بارے میں وصیت کی ہے، تو اس میں صرف علمائے کرام شامل ہونگے متکلمین نہیں ہونگے۔

جواب:۔ شارح علیہ الرحمۃ نے .... اس کا جواب دیا ہے۔

تمہید:۔

علم کلام زمانے کے لحاظ سے دو اقسام پر مشتمل ہے (i) علم متقدمین (ii) علم متاخرین

قسم اول:۔ یہ سراسر منقولات پر مشتمل ہے اس کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

قسم ثانی:۔ البتہ قسم ثانی منقولات کے ساتھ مرور زمانہ کے ساتھ علماء علم کلام یونانی فلسفہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جیسا کہ آج کل ہم انگلش کے پنجۂ استعمار (سنسکرت) میں کسے جا رہے ہیں یوں ہی ان حضرات کو یونانی فلسفہ کی تردید کیلئے یونانی فلسفہ کو بھی پڑھنا پڑا جو کہ اصل مقصد نہیں تھا اس سبب محض کو بعض اعلیٰ درجہ کے حضرات نے یوں ہی تنقید کا نشانہ بنایا، جیسے اصحاب حدیث نے اہل فقہ کے فقہاء کو بنایا ورنہ حقیقتاً یہ علم واجبات شرعیہ پر مشتمل ہے اس لیے کلیۃً انکار کرنا تعصب سے خالی نہیں ہوگا۔

سوال نمبر 4:۔

معتزلہ کا استدلال:۔

ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اسکی ذات کے ساتھ قائم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر صفت کا موجد ہے اور اسکی صفات کا ظہور اسکے غیر کے باعث ہوتا ہے اس کے متکلم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے غیر کے اندر کلام کی قوت کو پیدا کیا پس غیر کا متکلم ہونا رب تعالیٰ کا متکلم ہونا قرار پائے گا۔

تمہید:۔

رب تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور قدیم بالذات ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ صفات کی نوعیت وہی ہوتی ہے جو موصوف کی ہوتی ہے مثلاً انسان حادث ہے۔ اسکی تمام صفات بھی حادث ہیں اس اصول کے پیش نظر واجب تعالیٰ کی صفات واجب اور قدیم ہوں گی۔

جواب:۔

مذکورہ بالا عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں تاہم صفات باری تعالیٰ رب کی ذات کا عین بھی نہیں اور غیر بھی نہیں۔ لہٰذا تعدد قدماء لازم نہیں ہوگا۔

(ب) معتزلہ کا جواب:۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات بالکل نہیں۔

کرامیہ کا مذہب:۔

اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں تاہم قدیم نہیں۔

مسلک الشاعرۃ:

اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہیں تاہم اس کی صفات کا نہ عین ہے اور نہ غیر ہے۔

واضح رہے کہ الشاعرۃ سے مراد جناب ابو الحسن اشعری کے پیروکار ہیں۔

سوال نمبر 5:۔ مکمل حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 6:۔

ترجمہ:۔ جان لیجئے کہ احکام شرعیہ میں سے کچھ کا تعلق عمل سے ہے انہیں فرعیہ اور عملیہ کہا جاتا ہے اور کچھ کا تعلق اعتقاد سے ہے انہیں اصلیہ اعتقادیہ کہا جاتا ہے

قسم اول کا نام:۔ قسم اول کو علم الشرائع والاحکام کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق صرف اور صرف احکام شرعیہ سے ہوتا ہے۔

قسم ثانی کا نام:۔ اسے علم توحید اور صفات کہا جاتا ہے اس لیے اس علم کا مقصد عظیم یہی ہے۔

برہان تطبیق کی وجہ تسمیہ:۔

تطبیق کا لغوی معنی ایک جزء کو دوسری جزء سے ملانا ہے اس دلیل کے اندر بھی معلولات کو ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے اس لیے اسے برہان تطبیق کہتے ہیں۔

برہانِ تطبیق کی تقریر:۔

مبداء سے ایک خط مستقیم فرض کیا جائے جو کہ متعدد نکات پر مشتمل ہو اس کے مقابل ایسا ہی ایک اور خط مستقیم فرض کیا جائے پھر ان کے درمیان ترتیب اس طریقے سے دی جائے کہ سلسلۂ اول کا نقطۂ ثانی سلسلۂ ثانی کے نقطۂ اول سے برابر کر کے کو ریلوے لائن کی طرح لا الی نہایہ تک چلایا جائے اگر یہ سلسلہ مساوی چلتا رہے تو ناقص کا زائد کے برابر ہونا لازم آئے گا یعنی ثانی کا اول کے برابر ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ثانی کی ابتداء خط کے دوسرے نقطے سے ہو رہی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اول میں ایک زیادتی پائی جائے گی جو ثانی میں نہیں۔ ثانی میں نہ جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ختم ہو گیا ہے اسی کے ساتھ وہ متناہی بھی بن جائے گا اس کے متناہی ہونے سے پہلے کا متناہی ہونا بھی لازم آئیگا کیونکہ متناہی پر زیادتی متناہی ہی ہوگی پس ثابت ہوا کہ دونوں متناہی ہیں۔ عالم کا محدث ہونا اہل سنت والجماعت کے نزدیک عالم کے تمام اجزاء، آسمان و زمین اور ان میں پائی جانے والی جمیع اشیاء حادث ہیں۔ فلاسفۂ آسمان کو قدیم جانتے ہیں یونہی عناصر کو بھی باعتبار نوع قدیم مانتے ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عالم دو اجزاء پر مشتمل ہے (۱) جواہر (۲) اعراض۔ اور یہ دونوں کے دونوں اہل حق کے ہاں حادث ہیں۔ جیسے شکل سے واضح ہو رہا ہے۔

(ii) عبارت مذکورہ سے اگرچہ ظاہر ہوتا ہے کہ فلاسفہ کے ہاں بھی عالم حادث ہے تاہم در حقیقت ایسا نہیں اس لیے کہ حدوث کے دو معانی ہیں (۱) محتاج الی الغیر (۲) مسبوق بالعدم

فلاسفہ اللہ تعالیٰ کے ماسوی کے محتاج الی الغیر ہونے کے باعث حادث کہتے ہیں عالم پر حدوث کا اطلاق اسی غیر مشہور معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے مشہور معنی مسبوق بالعدم مراد نہیں لیتے اس لیے ان کی اس اصطلاح کے باعث عالم کو حادث کہنے سے اس کا مسبوق بالعدم ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

حل پرچہ علم الکلام 2010ء

سوال نمبر 1:۔

عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ (الف)

واضح رہے کہ احکام شرعیہ کی کئی اقسام ہیں بعض کا تعلق عمل کی کیفیت و حالت سے ہے ایسے احکامات کو فرعیہ اور عملیہ کہا جاتا ہے اور بعض کا تعلق اعتقادیات سے ہے انہیں احکام اصلیہ اور اعتقادیہ کہا جاتا ہے پہلی قسم کے احکامات سے متعلقہ علم کو علم

شرائع اور علم الاحکام کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا حصول شرع کے علاوہ نہیں ہوتا اور احکام سے بھی صرف اور صرف احکام شرعیہ ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے احکامات سے متعلقہ علم کو علم توحید و صفات کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس کی ابحاث مشہورہ کا تعلق اسی سے ہے اور یہی اس کے عظیم مقاصد میں سے ہے۔

(ب) احکام شرعیہ اور کیفیت عمل کی وضاحت:۔

احکام شرعیہ سے مراد ایسے احکام ہیں جن کی پہچان ماسوائے شرع ناممکن ہو۔
کیفیت عمل سے مراد یہ ہے کہ فعل مکلف کی کیفیت و حالت یعنی کسی بھی فعل کو شارع کے تقاضے کے مطابق سر انجام دینا۔

قسم اول اور قسم ثانی کی وجہ تسمیہ عبارت میں واضح کر دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اول کا تعلق اعمال کیساتھ اور ثانی کا تعلق ذاتِ باری کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ نام دیے گئے۔

(ج) علم کلام کو علم کلام کا نام دینے کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اس علم کے اکثر مباحث کا عنوان الکلام فی کذا و کذا ہوتا ہے۔
۲۔ اس فن کا مشہور مسئلہ کلام اللہ ہے اس لیے اسے اسی نام سے موسوم کیا گیا۔
۳۔ اس فن کے مسائل میں شدید اختلاف اور سخت جھگڑے کے باعث یہ محتاج الی الکلام تھا۔
۴۔ اس کے دلائل دیگر علوم کی نسبت بہت مضبوط اور قوی ہیں۔
۵۔ اس کی بنیاد دلائل قطعیہ سمعیہ پر ہے۔

ان وجوہ کی بنیاد پر اس علم کو علم کلام کا نام دیا گیا۔

سوال نمبر 2:۔ وھی لا ھو ولا غیرہ

جزو (الف) تشریح عبارت درج ذیل ہے۔

معتزلہ کا مسلک ہے کہ باری تعالیٰ کی کسی قسم کی صفات موجود نہیں کیونکہ انکی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہوگی ورنہ ممکن کا واجب سے قیام لازم آئیگا اور اگر واجب ہوئیں تو لازماً قدیم ہونگی بصورت قدم تعدد قدماء بلکہ تعدد واجب لازم آئیگا۔

ان کے اس عقیدۂ فاسدہ کی تردید کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی صفات متعددہ موجود ہیں تاہم اس سے

معتزلہ کا مزعومہ عقیدہ لازم نہیں آئیگا صفات باری تعالیٰ اسکی ذات اقدس کا نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات۔ اندریں صورت نہ ہی کسی اور کا قدیم ہونا لازم آئیگا اور نہ ہی تعدد قدماء ثابت ہوگا۔

(ب) معتزلہ، فلاسفہ، کرامیہ اور اشاعرہ کا مسلک مندرجہ ذیل ہے:

معتزلہ:۔ یہ لوگ صفات باری تعالیٰ کے قائل نہیں یونہی فلاسفہ کا نظریہ بھی یہی ہے انکی دلیل تشریح عبارت میں مذکور ہو چکی ہے۔

کرامیہ:۔ یہ لوگ صفات باری تعالیٰ کے قائل ہیں تاہم معتزلہ اور فلاسفہ کی طرح یہ بھی صفات باری تعالیٰ کو قدیم نہیں مانتے بلکہ ممکن تصور کرتے ہیں۔

کیونکہ ہر صفت کا ظہور اپنے متعلق پر موقوف ہے یہ واضح ہے کہ ہر متعلق حادث ہے لہذا صفات باری تعالیٰ حادث و ممکن ہونگی۔

اشاعرہ:۔ سوال میں عبارت مذکورہ ہی اشاعرہ کا مسلک ہے۔ یعنی صفات باری تعالیٰ متعددہ و کثیرہ ہیں اور ممکن نہیں بلکہ قدیم ہیں اور انکی کیفیت واجب تعالیٰ کی ذات اقدس کیساتھ یہ ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ کا نہ تو عین ہیں اور نہ ہی غیر ہیں، علاوہ ازیں یہ مسلک اشاعرہ متقدمین کا ہے۔

سوال نمبر3:۔

(الف) ترجمہ:۔ ہر مقتول کی موت اپنے وقت مقررہ پر واقع ہوتی ہے ایسا نہیں کہ اگر قاتل اسے قتل نہ کرتا تو وہ شخص زندہ رہتا جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے۔

تشریح:۔ معتزلہ بندے کو خالق افعال تصور کرتے ہیں اسی نظریے کے پیش نظر مقتول کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ مقتول کی موت قاتل کے فعل کا نتیجہ ہے لہذا قاتل کے عدم قتل کیصورت میں مقتول یقیناً زندہ رہتا۔ اشاعرہ یعنی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مقتول کی زندگی اتنی ہی تھی جو کہ مزید اضافے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(ب) دونوں گروہوں کا مذکورہ بالا مسئلے کے متعلق موقف:۔

(ا) معتزلہ:۔ ان کا موقف ہے کہ قاتل مقتول کی زندگی کو ختم کر رہا ہے اگر قاتل قتل نہ کرتا تو وہ زندہ رہتا کیونکہ ہر فعل کا صدور اپنے فاعل کے سرانجام دینے پر موقوف ہوتا ہے، فاعل فعل کو ایجاد کریگا تو وہ وجود میں آئیگا ورنہ نہیں۔

(۲) اہل سنت کا موقف:۔ اہل سنت کا موقف ہے کہ مقتول کی زندگی اتنی ہی تھی اگرچہ وہ قتل نہ ہوتا پھر بھی اس کی زندگی انجام کو پہنچ جاتی۔

دلائل:۔ دلیل نقلیہ:۔ اذا اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون

یہ ارشاد باری تعالیٰ کلام مجید میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر موجود ہے یہ بطور عبارۃ النص واضح کر رہا ہے کہ ہر ایک جاندار کی موت کا وقت مقررہ ہے اس سے تقدیم و تاخیر ممکن نہیں لہذا مقتول کی موت اپنے وقت مقررہ پر ہوتی ہے۔

دلیل عقلیہ:۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موت ایک وجودی فعل ہے عدمی نہیں یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ ہر وجودی شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس موت کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ہر مضروب کو درد کا احساس ہوتا ہے یہ احساس اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے یونہی قتل پر مرتب ہونے والی موت بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندے کو اس میں کسی قسم کا دخل حاصل نہیں۔

(ج) توحید باری تعالیٰ پر دلیل تمانع:۔

تمانع کا لغوی معنی باز رہنا ہے، علماء متکلمین نے برہان تمانع کی جو تقریر کی ہے، وہ یہ ہے:

اگر دو خدا ممکن ہوں تو ان کے درمیان تمانع یعنی ہر دوسرے کو کسی کام کی سرانجام دہی سے باز رکھے یعنی روک دے۔ مثلاً ایک زید کی حرکت کا خواہشمند ہے تو یہ بھی ممکن ہوگا کہ دوسرا پہلے کو حرکت سے روک دے اور خود زید کے سکون کا طلبگار ہو۔ کیونکہ یہ دونوں کام بذاتہ ممکن ہیں اس لیے دونوں خداؤں کا انکا ارادہ کرنا بھی ممکن ٹھہرا ان دونوں امور کی موجودگی دو احتمال رکھتی ہے (i) دونوں پائے جائیں (ii) دونوں میں سے ایک پایا جائے۔ یہ دونوں صورتیں محال ہیں پہلی صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا جو کہ بذاتہ محال ہے۔ بصورت ثانی کسی ایک کا عجز اور کمزوری ثابت ہوگی جو کہ ممنوع ہے۔

یہ دونوں صورتیں محال ہیں اس لیے تعدد الہ بھی محال ہے۔

سوال نمبر4:۔

(الف) مسئلہ خلق قرآن کی توضیح و تشریح:۔

فریقین کے مابین پایا جانیوالا اختلاف:۔

دونوں میں اختلاف یہ ہے کہ دیگر کائنات کیطرح قرآن بھی مخلوق ہے یا نہیں اسی لیے صاحب کتاب نے واضح طور پر

فرمایا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں۔

معتزلہ اسے مخلوق اور اہل سنت اسے غیر مخلوق کہتے ہیں۔

اختلاف کی بنیاد:۔

اختلاف کی بنیاد کلام نفسی کا اثبات وعدم اثبات ہے۔ اہل سنت کلام نفسی کے قائل اور اسی کو قدیم کہتے ہیں جبکہ معتزلہ ظاہر بین ہیں (جیسا کہ دور حاضر کے وہابیہ) وہ کلام نفسی کا انکار کرتے ہیں۔

(ب) فریقین کے دلائل:۔

دلائل معتزلہ:۔

قرآن حکیم ان تمام صفات سے متصف ہے جو کہ دیگر مخلوقات میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً تالیف، تنظیم، انزال، تنزیل، متشابہ، محکم اور مختلف سورتوں اور آیات کیطرف تقسیم ہونا یہ تمام کے تمام وہ اوصاف ہیں جو کہ اس کے مخلوق ہونے کی بین دلیل ہیں۔ مزید برآں قرآن کی تعریف (ان القرآن اسم لما نقل الینا الخ) جو کہ اہل سنت کے ہاں بھی مسلم ہے یہ بھی اس کے حدوث پر دلالت کرتی ہے جو حادث مخلوق ہوتا ہے لہٰذا قرآن بھی مخلوق ہے۔

اہل سنت کے دلائل:۔ (۱): انبیاء کرام علیہم السلام نے متواتر اور اجماعاً ثابت ہے کہ باری تعالیٰ متکلم ہے باری تعالیٰ کا متکلم ہونا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ باری تعالیٰ کیلئے کلام ثابت ہے کیونکہ مشتق کے حکم کی وجہ اس کے مبدا الاشتقاق کا قیام ہوتا ہے۔

(۲) کلام لفظی جو کہ اصوات وحروف کا مجموعہ ہے اور علامت حدوث سے ہے یہ واجب تعالیٰ سے قائم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی لہٰذا واجب تعالیٰ کیساتھ قائم ہونے والی کلام نفسی ہی ہوگی جو کہ قدیم ہے حادث نہیں۔

(الف) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: القرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ومن قال انہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم

(ب) تحدی واعجاز صرف اور صرف کلام اللہ ہونے کی صورت میں ہوگا ورنہ نہیں۔

(ج) کلام نفسی کی مثال یونہی ہے جیسا کہ حافظ کی لوح ذہن پر کلام اللہ ثبت ہے جونہی وہ ان مخزونہ صور کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں۔

سوال نمبر 5:۔

واللہ تعالیٰ خالق لافعال العباد من الکفر والایمان والطاعۃ والعصیان

عبارت مذکورہ کی روشنی میں اہل سنت، جبریہ اور معتزلہ کا موقف:

اہل سنت:۔ اہل سنت کا موقف یہی ہے جو کہ عبارت مذکورہ میں موجود ہے۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

حل پرچہ علم کلام 2011ء

سوال نمبر 1:۔

(الف) صاحب نبراس فرماتے ہیں کہ صحابۂ کبار اور اجلۂ تابعین کے وصال کے بعد مختلف فرقوں نے جنم لینا شروع کیا اور جہاں میں کوئی ایسا مرجع خلائق باقی نہ رہا جو خداداد صلاحیتوں سے ان نومولود فرق کو مسکت جواب دے سکے اور ان ابلنے والے چشموں کو بڑھنے سے روک سکے گویا کہ ہر ایک امام بن بیٹھا اس کیفیت نے بہت سے فتنوں کو پیدا کیا ان ناگہانی حالات نے علماء دین کو ایسے اصول وعلوم وضع کرنے پر مجبور کیا جن سے دین متین کو مزید تفریق سے محفوظ بنایا جا سکے۔

ایمان اور اعتقاد پر واقع ہونے والے سوالات واعتراضات کا جواب دینے اور حق کے ظاہر کرنے کیلئے علم کلام کی تدوین کو ضروری سمجھا گیا۔

(ب) علوم کی تدوین میں بیان کیا جا چکا ہے کہ مختلف خیالات وآراء اور مختلف سوالات کی بھر مار نے علوم کی تدوین کی طرف متوجہ کیا

سوالات کا ایک ایسا طوفان اٹھا ہوا تھا کہ جس نے تمام شعبہ ہائے زندگی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا اسی لیے عقائد سے متعلقہ سوالات کے جوابات کیلئے علم کلام عملی احکام کیلئے علم فقہ اور دلائل کی پہچان اور پرکھ کیلئے اصول فقہ کو مرتب کیا گیا۔

گویا علم کلام کا تعلق ایمانیات سے، فقہ کا تعلق عملیات سے اور اصول فقہ کا تعلق فقہی دلائل کے سقم اور صحت کی پہچان سے ہے۔

سوال نمبر 2:۔

(الف) ترجمۂ عبارت:۔ جن پرانے لوگوں نے اعتراض کیا اور اس کی تعلیم سے روکا (دراصل) یہ لوگ تعصب کرنے

والے، حصول یقین سے غفلت کرنے والے، مسلمانوں کے عقائد میں فساد پھیلانے والے اور اپنے آپ کو فلاسفر کی عمیق وطویل ابحاث میں مشغول رکھنے والے ہیں ورنہ ایسے علم (جو کہ امور شرعیہ کی اساس اور بنیاد ہے) سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔

(ج) جناب شیخ اور جبائی کے مابین مناظرہ کی تفصیل:۔

جناب شیخ نے ابوعلی پر سوال کیا۔ ایسے تین بھائیوں کے انجام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جن کی کیفیت یوں اس طرح ہے ایک صغرسنی میں ہی فوت ہو گیا جبکہ دو کی موت جوانی کے بعد واقع ہوئی تاہم ان میں سے ایک نیکوکار اور دوسرا بدکار تھا؟ ابوعلی نے جواب دیا مطیع یعنی نیکوکار جنت میں اور عاصی یعنی گنہگار جہنم میں جائیگا البتہ صغرسنی میں فوت ہونے والا ثواب وعقاب کا مستحق نہیں ہوگا۔

جناب شیخ نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ صغرسنی میں فوت ہونے والا اگر رب ذوالجلال کی بارگاہ عالیہ میں یہ التجا کرے: "اے میرے پروردگار! تو نے مجھے بچپنے میں ہی کیوں موت سے دوچار کیا مجھے جوان ہونے دیتا تاکہ میں جوان ہوکر تیری اطاعت کرتا اور جنت کا مستحق قرار پاتا"

ابوعلی نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا: "مالک الملک جواب دیگا میں تجھ سے بہتر جانتا ہوں اگر تو جوان ہوتا تو معصیت کا مرتکب ہوتا اور مستحق جہنم قرار پاتا لہٰذا تیرے لیے یہی بہتر تھا جو تیرے ساتھ ہوا"۔ جناب شیخ نے پھر سوال کرتے ہوئے فرمایا "کہ اگر عاصی بارگاہ الٰہی میں یوں عرض پرداز ہو: "اے میرے مولیٰ مجھے صغرسنی میں ہی موت کیوں نہ دی مجھے صغرسنی میں مار دیتا تو نہ میں جوان ہوتا نہ گنہگار بنتا اور نہ ہی واصل جہنم ہوتا"" یہ سنتے ہی ابوعلی جبائی پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ کسی قسم کا جواب نہ دے سکا۔

انجام مناظرہ:۔ مناظرہ کا انجام یہ ہوا کہ جناب شیخ نے نہ صرف ابوعلی کی شاگردی سے توبہ کی بلکہ انکے مسلک اعتزال کو بھی چھوڑ دیا اور اہل سنت وجماعت میں شامل ہو گئے بلکہ امام اہل سنت کہلائے۔

سوال نمبر 3:۔

(الف) فلسفیانہ ابحاث سے صرف نظر کرتے ہوئے مخلوق کیلئے علماء متکلمین کے ہاں استقراءً اسباب علم تین ہیں (۱) حواس خمسہ (۲) خبر صادق (۳) عقل۔

وجوہ اسباب:۔ متکلمین کے ہاں مؤثر حقیقی اگرچہ اللہ مجدہ الکریم ہے تاہم دنیا دار الاسباب ہے، اسباب ثلثہ کی ظاہری وجوہات علماء کے ہاں کچھ اس طرح سے ہیں۔

حواس خمسہ:۔ یہ بات بدیہی الامر ہے کہ حواس خمسہ کے صحیح استعمال سے ایسی اشیاء کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے جن کا تعلق حواس سے ہوتا ہے اسی ادراک کے حصول کے باعث حواس خمسہ کو علم کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

خبر صادق:۔ دینی معلومات کا سب سے اہم ذریعہ خبر صادق ہے جیسا کہ خبر صادق کی بحث میں بیان کیا جائیگا علم کلام کا تعلق بھی امور دینیہ سے ہے اس لیے اسے بھی علم کا سبب قرار دیا گیا۔

عقل:۔ اسکا سبب علم ہونا محتاج دلیل نہیں حکماء و متکلمین اس کے سبب ہونے پر متفق ہیں۔

عقل کے علاوہ حواس باطنہ متکلمین کے ہاں ثابت ہی نہیں اور یقینیات مثلاً تجربیات وغیرہ کا انحصار بالآخر عقل پر ہی ہوتا ہے اس لیے تفاصیل سے اعراض کرتے ہوئے صرف عقل کو سبب علم قرار دیا۔

(ب) خبر صادق کی تعریف:۔ هو المطابق للواقع ایسی خبر جو کہ واقعہ کے مطابق ہو خبر صادق کہلاتی ہے۔

علماء متکلمین کے ہاں خبر صادق کی دو قسمیں ہیں (۱) الخبر المتواتر (۲) خبر الرسول

تعریف الخبر المتواتر:۔ هو الثابت على السنة قوم لا يتصور تواطؤهم على الكذب ایسے افراد کثیرہ سے مروی ہو جنکا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو یہ خبر صادق علم بدیہی اور علم یقینی کا موجب وسبب بنتی ہے۔

تعریف خبر الرسول:۔ هو كلام الرسول في الامر الديني امور دینیہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان اقدس خبر رسول کہلاتا ہے۔ خبر رسول سے ثابت ہونے والا علم نظری اور استدلالی ہونے کے باوجود محسوسات وبدیہیات کی مانند یقینی اور مشکک کی تشکیک سے منزہ اور مبراء ہوتا ہے۔

(ج) الہام کی تعریف:۔ القاء المعنى في القلب بطريق الفيض

(پروردگار کا) فیضان رحمت کے باعث معنی کو دل میں ڈال دینا۔

اہل حق کے ہاں اس کا شمار اسباب علم میں نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ یہ وہ الہام ہے جس کا تعلق غیر نبی سے ہے انبیاء ورسل کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

سوال نمبر 4:۔

(الف) رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ عقلاً اور نقلاً ثابت ہے اسی لیے ماتن صاحب نے فرمایا **رؤیة الله جائزة فی العقل و واجبة فی النقل**

ترجمہ:۔ آنکھ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رویت یعنی انکشاف تام عقل کے ہاں جائز اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔

جناب ماتن اور جناب شارح رحمۃ اللہ علیہما نے اہل حق کے تین دلائل ذکر کیے ہیں اور مخالفین کے اعتراضات وشبہات کا دفاع بھی کیا ہے۔

الاول:۔ تمہید:۔(۱) علماء ربانیین کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ حکم مشترک کی علت بھی مشترک ہی ہوگی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ تمام اہل ایمان پر اخوت مشترکہ کا حکم جاری کیا جارہا ہے اس کی علت مشترکہ سب کا صاحب ایمان ہونا ہے۔

(۲) اسباب کثیرہ میں سے کسی ایک ایسے سبب کو اختیار کیا جانا ضروری ہوتا ہے جو کہ دیگر اسباب سے قوی تر ہو۔

ان تمہیدی مقدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دلیل اول کی تقریر کچھ یوں ہوگی

ہم کائنات میں صبح وشام بہت سی اشیاء دیکھتے ہیں جنہیں مختلف قسم کے جواہر اور گوناگوں الوان پر مشتمل اعراض کہا جا سکتا ہے۔ مقدمہ اولی کے پیش نظر تمام پر حکم رویہ لگایا جارہا ہے جو کہ مشترک ہے اس لیے اس حکم کی علت بھی مشترک ہونی چاہیے امکانی طور پر اس مشترک حکم کی تین علتیں بن سکتی ہیں (۱) وجود (۲) حدوث (۳) امکان۔ مقدمہ ثانیہ کے پیش نظر ان تینوں میں سے کسی ایک کو علت بننا ہے۔

علت کیلئے وجودی ہونا ضروری ہے اس لیے علت وہ بن پائیگا جس میں عدم کی آمیزش نہیں ہوگی۔ حدوث اور امکان دونوں عدم پر مشتمل ہیں کیونکہ حدوث، بعد از عدم وجود میں آنا کہلاتا ہے جبکہ امکان کی تعریف وجود وعدم کا ضروری نہ ہونا بیان کی جاتی ہے۔

گویا یہ دونوں علت بننے سے عاری ٹھہرے تو علت وجود قرار پائیگا واجب الوجود اور ممکنات میں وجود مشترک ہے کائنات میں وجود رؤیت کی علت بن رہا ہے تو واجب الوجود کی رؤیت میں بھی علت واقع ہوگا۔ مزید برآں ابھی تک ایسی کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی جو ثابت کرے کہ رؤیت وجود ممکن کا خاصہ ہے اور وجود واجب کیلئے مانع ہے۔

اعتراض:۔ آپ کی دلیل کا انحصار واجب الوجود، اعیان اور اعراض کے وجود میں مشترک ہونے پر ہے اس اشتراک کو ہم

تسلیم نہیں کرتے کیونکہ محققین کے ہاں ہر شے کا وجود اس کا عین ہوتا ہے چنانچہ شارح نے اسی مفہوم کو یوں ادا کیا "**فلا نسلم اشتراک الوجود بل وجود کل شیء عینه**"

جواب:۔ جناب شارح صاحب نے اُجِیبَ الخ سے جواب ذکر کیا ہے۔ اشتراک سے مراد متعلق رؤیت ہے یعنی جسے دیکھا جارہا ہے وہ وجودی ہی ہوگا یہ وجودیت نہ تو عین ہوسکتی ہے اور نہ ہی کسی سے مخصوص ہوسکتی ہے اس کی واضح مثال دور سے دیکھی جانے والی ایسی چیز ہے جس کی تعیین نہ ہوسکے کہ یہ کیا ہے تاہم اسے دیکھا جارہا ہے وجود سے مراد یہی جو نسبت ہے اس کا اشتراک بالکل بدیہی ہے پس واضح ہوا رؤیت باری تعالیٰ عقلاً جائز ہے۔

دلیل ثانی:۔ دلیل اول عقلی اور دلیل ثانی وثالث نقلی وسمعی ہیں۔ دلیل ثانی کی دو تقریریں ہیں۔

تقریر اول:۔ علامہ تفتازانی شارح عقائد بیان کرتے ہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ صمدیت میں "**رب ارنی انظر الیک**" (اے پروردگار! اپنے دیدار سے مستفیض فرما تا کہ میں دیکھ سکوں) کہکر سوال کیا ایسا سوال کرنا ممکن تھا تب ہی جناب موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا ورنہ جناب کلیم علیہ السلام کیلئے ایسی چیز کا طلب کرنا لازم آئے گا جو واجب تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اس سے معاذ اللہ یہ بھی لازم آئیگا کہ جناب کلیم علیہ السلام کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ باری تعالیٰ سے کونسی شے مانگنی ہے اور کونسی نہیں۔ ایسی لاعلمی سے صرف کلیم علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء ورسل پاکیزہ ومنزہ ہیں۔

تمہید:۔ جو چیز ممکن کے ساتھ معلق ہوتی ہے وہ بھی ممکن کہلاتی ہے۔ جیسے: **کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا**

تقریر ثانی:۔ رب ذوالجلال نے اپنے دیدار کو کوہ طور کے قرار پکڑنے سے معلق کیا ہے یہ تو کائنات جانتی ہے کہ استقرار جبل ممکن بلکہ محقق ہے تمہیدی مقدمے کے پیش نظر استقرار جبل کے ممکن ہونے کی وجہ سے رؤیت باری تعالیٰ بھی ممکن ہوگی۔

تقریر اول پر اعتراض:۔ جناب کلیم اللہ علیہ السلام سے قوم نے کہا ﴿**لن نؤمن لک حتی نری الله جهرة**﴾ آپ نے جواباً فرمایا ایسا ممکن نہیں۔ اس سوال وجواب میں بھی ان کو یقین دلانا مقصود ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ کا امتناع میری طرف سے نہیں بلکہ واجب تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے یعنی رؤیت اللہ ممتنع ہے ممکن نہیں۔ یہ آیت مبارکہ دلیل امکان نہیں بلکہ دلیل امتناع ہے۔

جواب:۔ سائل نے جو مفروضہ پیش کیا ہے اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ قوم مؤمن ہوتی تو ان کیلئے فرمان موسیٰ علیہ السلام ہی کافی ہے اور اگر کافر ہے تو جیسے اس قوم نے آپ کی بات کی تکذیب کی ہے یونہی اس فرمان کو بھی جھٹلا دیگی اس لیے سوال کرنا قطعاً عبث ہوگا۔

تقریرِ ثانی پر اعتراض:۔ یہ معلق ممکن کے ساتھ نہیں بلکہ محال کے ساتھ ہے کیونکہ دوران حرکت سکون کے ساتھ معلق کیا گیا ہے یعنی حرکت بھی جاری رہے اور سکون بھی واقع ہو جائے اس کا محال ہونا بالکل واضح ہے معلق بالمحال خود محال ہوتا ہے پس رؤیت باری تعالیٰ محال ہوگی۔

جواب:۔ یہ تعلیق حرکت وسکون کے ساتھ نہیں بلکہ متحرک کے سکون کے ساتھ ہے متحرک کا ساکن ہونا یقیناً ممکن ہے لہٰذا یہ تعلیق ممکن ٹھہری جب تعلیق ممکن ہے تو معلق یعنی رؤیت باری تعالیٰ بھی ممکن ہوگی۔

دلیل ثالث:۔ علامہ نسفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا قیامت میں مؤمنین کو باری تعالیٰ کا دیدار ہوگا جس کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

(i) کتاب اللہ ..... **وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرۃ (القرآن سورۃ القیامۃ)**

(ii) ارشاد نبوی ﷺ ..... **انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر**

واضح رہے یہ حدیث نبوی ﷺ مشہور ہے اور تقریباً اکیس اکابر صحابہ کبار سے مروی ہے۔

اجماع امت:۔ ...... اختلاف کے ظاہر ہونے سے قبل ساری امت قیامت میں رؤیت باری تعالیٰ پر متفق تھی۔

شرائط:۔ (۱) جس کو دیکھا جا رہا ہے وہ کسی مکان میں ہو (۲) کسی خاص جہت میں واقع ہو (۳) دیکھنے والے کے سامنے ہو (۴) رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (جسے دیکھ رہا ہے) کے درمیان خاص قسم کی مسافت ہونی چاہیے یعنی نہ زیادہ قریب ہو اور نہ ہی زیادہ بعید ہو۔ (۵) باصرہ کی شعاعیں مبصر تک پہنچ سکیں۔

واجب تعالیٰ میں تمام کی تمام شرائط مفقود ہیں اس لیے رؤیت بصری ممکن نہیں۔

جواب:۔ شرائط مذکورہ کی موجودگی اس وقت ضروری ہے جبکہ مبصر مخلوق ہو، خالق ان شرائط کا محتاج نہیں اس کا دیدار ان شرائط

کے علاوہ ہوگا آپ کے اعتراض کا منشا مخلوق پر خالق کو قیاس کرنا ہے یہ قیاس شاہد پر غائب کو قیاس کرنے کے مترادف ہے جو کہ سراپا غلط ہے لہٰذا تمہارا اعتراض بھی غلط ہے۔ سائل کو مسکت و مستحکم جواب دینے سے مدعیٰ بے غبار ہوگیا۔

(ب)

استطاعت کی تعریف:۔ ھی حقیقۃ القدرۃ التی یکون بہا الفعل

فعل کی استطاعت ایسی طاقت وقدرت ہے جو کہ فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور فعل اسی کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔

صاحب تبصرہ فرماتے ہیں یہ ایک ایسی صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر حیوان میں ودیعت کر رکھا ہے اور تمام افعال اختیاریہ کے صدور کا سبب یہی قدرت ہے گویا کہ جونہی تندرست انسان کسی بھی فعل کا ارادہ کرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ اس میں یہ قدرت وصلاحیت پیدا کر دیتا ہے اسی لیے فعل خیر پر مستحق مدح اور فعل شر پر مستحق مذمت وعقاب قرار پاتا ہے کیونکہ اس نے قدرت خیر کو ضائع کر دیا ہے۔

جمہور علماء استطاعت کو فعل کیلئے ضروری قرار دیتے ہیں البتہ اداءِ فعل کیلئے شرط قرار دیتے ہیں تاہم فعل کی علت ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

(ج) تکلیف مالا یطاق

واضح رہے تکلیف مالا یطاق بالاتفاق ناجائز ہے صاحب کتاب نے فرمایا: "**ثم عدم التکلیف بما لیس فی الوسع متفق علیہ**" ایسا حکم جو کہ انسان کی وسعت میں نہیں ہے اس کا ناجائز ہونا متفق علیہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا﴾**

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔

سوال نمبر 5:۔

(الف) کیا حرام رزق ہے؟

رزق کی تعریف:۔ الرزق اسم لما یسوقہ اللہ تعالیٰ الی الحیوان فیاکلہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ حیوان کو کھانے کیلئے جو کچھ عطا کرتا ہے وہ رزق کہلاتا ہے۔

یہی رزق کبھی حلال ہوگا تو کبھی حرام۔ گویا اہل سنت کے ہاں حرام بھی رزق کہلائیگا البتہ معتزلہ کے ہاں حرام رزق نہیں ہے۔

(ج) مضل وہادی

ہدایت کا معنیٰ:۔ خلق الاھتداء ہدایت کا پیدا کرنا

ضلالت کا معنیٰ:۔ خلق الضلالۃ گمراہی کا پیدا کرنا

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کا خالق ایک ہی ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے لہذا ہادی بھی وہی ہے اور مضل بھی وہی ہے۔ علامہ نسفی علیہ الرحمۃ نے واللہ تعالیٰ یضل من یشاء ویھدی من یشاء میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ تفتازانی صاحب نے عبارتی فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا: من یشاء کی قید ذکر کر کے ہدایت وضلالت کی تخلیق کی طرف اشارہ کیا ہے ہدایت کا عمومی معنی صراط مستقیم دکھلانا مقصود نہیں یونہی ضلالت سے مراد گمراہی میں گم ہونا یا گمراہ کہلانا نہیں۔

سوال پانچ مختلف فرقوں کی تعریف

سوال میں مذکور پانچ فرقوں کی تعریف گزر چکی ہے۔

اشاعرہ:۔ اہل سنت وجماعت کا حقیقی مصداق یہی حضرات ہیں بلکہ بانی یہی ہیں کیونکہ جناب ابوالحسن اشعری ہی نے ابو الجبائی کی شاگردی ترک کی اور انکے عقائد باطلہ کی تردید شروع کی۔

بانی کا تعلق قبیلہ اشعر سے تھا اسی لیے آپ اور آپ کے متبعین اشاعرہ کہلائے۔

آج بھی مسلمانوں کی اکثریت علم کلام میں آپ ہی کو اپنا مقتدیٰ اور رہنما تسلیم کرتی ہے۔

ماتریدیہ:۔ افغانستان اور روس کے درمیان واقع اسلامی ریاستوں میں بڑے نامور علماء حق پیدا ہوئے ہیں جناب ابو منصور ماتریدی کا تعلق بھی انہی ریاستوں سے ہے ماترید سمرقند کے قریب قصبہ ہے جو کہ آپ کی جائے پیدائش ہے اس لیے آپ کو ماتریدی کہا جاتا ہے یہ حضرات بھی اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتے ہیں علم کلام کے چند مسائل میں اشاعرہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔

ان اختلاف کی بنیاد جناب ماتریدی علیہ الرحمۃ سے ہوئی اس لیے ان لوگوں کا نام ماتریدی مشہور ہوگیا جیسا کہ برصغیر میں گستاخان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کرنے والوں کا نام اعلیٰ حضرت بریلوی کی نسبت سے بریلوی مشہور ہوگیا۔

حل پرچہ جات

علم الفرائض

حل پرچہ علم الفرائض 2005ء

سوال نمبر 1:۔ (الف)

باپ کے احوال:۔ باپ کے تین احوال ہیں:

(۱) **فرض مطلق:** اگر باپ کے ساتھ میت کی اولاد، بیٹے بیٹیاں ہوں تو باپ کو سدس ملے گا۔

مثال:۔ مسئلہ

والد	بیٹا	دو بیٹیاں
۱/۶	للذکر مثل حظ الانثیین ۵	
۳	۱۰	۱۰
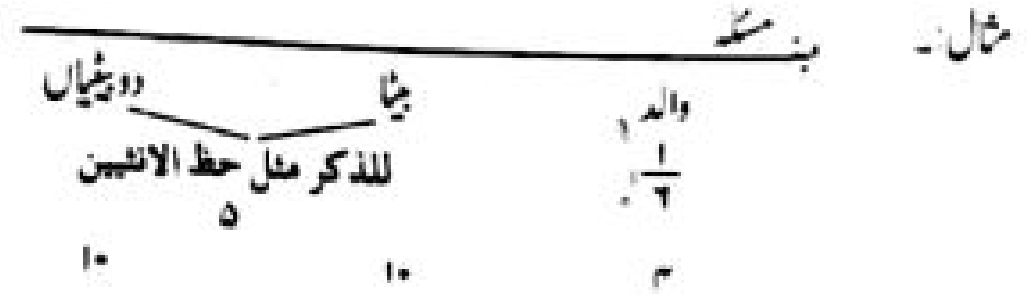
(۲) **فرض مع التعصیب:۔** اگر باپ کے ساتھ میت کی صرف بیٹی یا بیٹیاں ہوں تو باپ کو پہلے سدس ملے گا پھر بیٹی یا بیٹیوں کو انکا حصہ دینے کے بعد بچا ہوا مال باپ عصبہ بن کر لے جائے گا۔

مثال:۔ مسئلہ ۶

والد	بیٹی
۳	۳
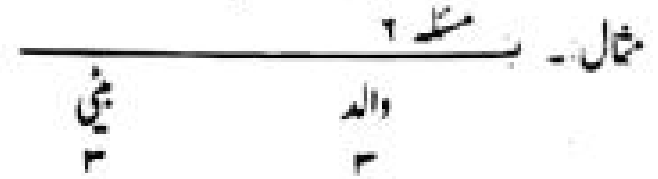
(۳) **عصبہ محض:۔** اگر باپ کے ساتھ میت کی اولاد نہ ہو تو باپ سارا مال بطور عصبہ کے لے جائیگا۔

مثال:۔ مسئلہ ۱

والد
۱

بیوی کے احوال:۔ بیوی کے دو احوال ہیں:

(۱) اگر بیوی کے ساتھ میت کی اولاد ہو تو بیوی کو ۱/۸ یعنی ثمن ملے گا۔

(۲) اگر بیوی کے ساتھ میت کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو ۱/۴ یعنی ربع ملے گا۔

سگی بیٹیوں کے احوال:۔ سگی بیٹیوں کے تین احوال ہیں:

(۱) اگر بیٹی اکیلی ہو تو اس کو ۱/۲ یعنی نصف ملے گا۔

(۲) اگر دو یا اس سے زائد ہوں تو ۲/۳ یعنی ثلثان ملے گا۔

(۳) اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہو تو بیٹی کو بیٹے سے آدھا ملے گا۔

اولاد ام کے احوال:۔ ماں شریک بہن بھائیوں کے تین احوال ہیں:

(۱) اگر خیفی بہن بھائی اکیلے ہوں تو سدس ملے گا۔

(۲) اگر دو یا اس سے زائد ہوں تو ثلث ملے گا۔

(۳) اگر ان کے ساتھ میت کا دادا، باپ، بیٹا وغیرہ ہوں تو یہ محروم ہوں گے۔

(ب)

جد صحیح:۔ ہر وہ شخص جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں عورت کا واسطہ نہ آئے۔

جدہ صحیحہ:۔ ہر وہ عورت جب اس کی نسبت میت کی طرف ہو تو درمیان میں مرد کا واسطہ آئے۔

جد فاسد:۔ ہر وہ شخص جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ آئے۔

جدہ فاسدہ:۔ ہر وہ عورت جب اسکی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں عورت کا واسطہ آئے۔

سوال نمبر 2: عول کا لغوی معنی:۔ ظلم، غلبہ اور بلندی ہے کہا جاتا ہے عال المیزان ای رفعه

اصطلاحی تعریف:۔ صاحب سراجی نے جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے "العول ان یزاد علی المخرج شیء من اجزائه اذا ضاق علی فرض"

مخرج مسئلہ اصحاب فرائض کے حصص پر پورا نہیں ہوتا اس لیے مخرج میں مخصوص اضافہ کیا جانے کا نام عول ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت:۔ آخری لغوی معنی (بلندی) کے لحاظ سے پائی جاتی ہے۔

رد کی تعریف:۔ لغت میں اس کا معنی ہے لوٹانا۔

اصطلاحاً:۔ رد یہ ہے کہ جب حصے زیادہ ہو جائیں تو ان حصوں کو دوبارہ اصحاب فروض کی طرف لوٹانا رد کہلاتا ہے سوائے زوجین کے کہ ان کی طرف رد نہیں ہوتا۔

تخارج کی تعریف:۔ صلح کرنے والے وارث کو دیگر ورثاء کے ساتھ ملا کر مخرج مسئلہ معین کرنا بعد ازاں صلح کرنے والے وارث کا حصہ ترکے سے ختم کرنا اور باقیماندہ ورثاء میں اصل مسئلہ میں جو انہیں حصہ ملا تھا اس کے مطابق تقسیم کرنا۔

مناسخہ کی تعریف:۔ میت کے وارثوں کی طرف ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کسی وارث کا فوت ہو جانا پھر اسکی وراثت کو اس کے وارثوں میں تقسیم کرنا مناسخہ کہلاتا ہے۔

حجب کی تعریف:۔ لغوی معنی ہے روکنا اصطلاح میں کسی وارث کا کسی دوسرے وارث کی وجہ سے وراثت سے کلیۃً یا جزئیۃً محروم ہونا۔

سوال نمبر 3:۔

مسئلہ ۴

بیوی	والد	ام
۱	۲	۱

واضح رہے اس صورت کا تعلق ماں کیلئے ثلث ماقی سے ہے۔

میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں زوجہ (بیوہ) کو ربع دیا جائیگا اور مسئلہ بھی چار سے بنے گا تفصیل یہ ہے: بیوی کو ربع دینے کے بعد صرف تین سہام بچیں ان میں سے ماقی تین کا ثلث ماں کو دیا جائیگا جو کہ ایک بنتا ہے ماقی یعنی دو والد کو دیا جائیگا جو کہ عصبہ بن رہا ہے۔

مسئلہ ۱۲ بعد از عول ۱۳

بیوی	ماں	دو بہنیں
۱/۴	۱/۶	۲/۳
۳	۲	۸

توضیح:۔

مذکورہ صورت میں ربع کا اجتماع سدس سے ہوا تو مسئلہ مخرج ۱۲ آیا بیوی کو ۱/۴ یعنی ۳ ملے گا ماں کو ۱/۶ یعنی دو ملے گا اور دو بہنوں کو ۲/۳ یعنی ۸ ملے گا بعد از عول مخرج ۱۳ آئے گا۔

مسئلہ ۶ بعد ۳۶

۶ بیٹے	۳ دادیاں	۳ چچے
	۱/۶	م
۵	۱	
۵×۶=۳۰	۳×۲=۶	

توضیح:۔

مذکورہ صورت میں ۱/۶ آیا تو مسئلہ مخرج ۶ ہوا ان میں سے ۱/۶ یعنی ایک تین دادیوں کو مل گیا اور ۵ چھ بیٹوں کو مل گئے اس صورت میں حصے ٹوٹ رہے ہیں لہٰذا عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس یعنی ۶ کو ۶ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ۳۶ آیا اب ان میں سے ۶ حصے تین دادیوں کو اور ۳۰ حصے ۶ بیٹوں کو مل گئے یعنی دادیوں میں سے ہر ایک کو ۲،۲ اور بیٹوں میں سے ہر ایک کو ۵،۵ حصے مل گئے۔

سوال نمبر 4:۔

علم الفرائض کی تعریف:۔ هو علم باصول من فقه وحساب يعرف بها حق الورثة من التركة

موضوع:۔ ترکہ اور وراثت۔

غرض:۔ ايصال الحق الى مستحقيها

علم الفرائض کی اہمیت:۔

اس علم کی اہمیت کا اندازہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے لگایا جاسکتا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم" نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علم الفرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے"

اور اس کو نصف علم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان دو مرحلوں پر مشتمل ہے ایک حیات اور دوسرا موت چونکہ اس علم کا تعلق انسان کی موت کے ساتھ ہے اسی وجہ سے اس کو نصف علم کہتے ہیں۔

(ii) **اس علم کا پڑھنا:۔** اس علم کا پڑھنا مستحب ہے۔

علم الفرائض کی وجہ تسمیہ:۔ فرائض فریضہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے مقرر کیا ہوا چونکہ اس میں ورثاء کے حصے مقرر کیے

جاتے ہیں اس وجہ سے اس کو علم الفرائض کہتے ہیں۔

(iii) میت کے ترکہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے حقوق:۔

میت کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق متعلق ہوتے ہیں (۱) تجہیز و تکفین (۲) ادائیگی قرض (۳) نفاذ وصیت (۴) اس کے بعد باقی مال کو کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت کے مطابق ورثاء میں تقسیم کرنا۔

سوال نمبر 5:۔ موانع ارث:۔ موانع ارث چار ہیں:

(۱) غلامی کامل ہو یا ناقص (۲) وارث کا مورث کو قتل کرنا (۳) اختلاف دینین (۴) اختلاف دارین۔

شوہر کے احوال:۔ شوہر کی دو حالتیں ہیں:

(۱) اگر شوہر کے ساتھ میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو ۱/۲ یعنی نصف ملے گا۔

(۲) اگر شوہر کے ساتھ بیوی کی اولاد ہو تو شوہر کو ۱/۴ یعنی ربع ملے گا۔

(ii) من یرد علیہم:۔

وہ لوگ جن کی طرف حصے لوٹائے جاتے ہیں وہ دس ہیں۔ (۱) باپ (۲) دادا (۳) ماں شریک بھائی (۴) بیٹی (۵) پوتی (۶) حقیقی بہن (۷) ماں شریک بہن (۸) باپ شریک بہن (۹) ماں (۱۰) دادی۔

من لا یرد علیہم:۔ وہ لوگ جن کی طرف حصے نہیں لوٹائے جاتے، یہ دو حضرات ہیں: (۱) شوہر (۲) بیوی۔

سوال نمبر 6:۔ ذوی الفروض:۔ وہ لوگ جن کے حصے کتاب اللہ میں مقرر ہیں۔

عصبات:۔ وہ لوگ جو اصحاب فروض سے بچا ہوا مال لیں یا انکی عدم موجودگی میں سارے مال کے وارث بنیں۔

ذوی الارحام:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اصحاب فروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں وراثت کے حقدار بنتے ہیں۔

مولی الموالاۃ:۔ یہ وہ ہے کہ مجہول النسب معلوم النسب شخص سے کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا وارث تو ہوگا۔

مولی العتاقہ:۔ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی کو آزاد کیا اس کے نسبی ورثاء کے موجود نہ ہونے کی صورت میں آزاد کنندہ یعنی مولی العتاقہ وارث ہوگا۔

درج ذیل ورثاء میں میت کا ترکہ تقسیم کریں:

(۱) مسئلہ ۳

ابن	بنت
۲	۱

(۲) مسئلہ

عم	عمہ
کل	محروم

عم ہونے کی وجہ سے کل ترکے کا وارث ہوگا۔

(۳) مسئلہ ۸

بنت	زوجہ
۷	۱

حل پرچہ علم الفرائض 2006ء

سوال نمبر 1:۔ یہ سوال 2005 کے پرچہ میں حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 2:۔ یہ سوال 2005 کے پرچہ میں حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 3:۔ اصحاب فروض کی تعداد:۔ اصحاب فروض کی تعداد بارہ ہے:

مرد:۔ (۱) خاوند (۲) بیٹا (۳) دادا (۴) خیفی بھائی

عورتیں:۔ (۵) بیوی (۶) پوتی (۷) حقیقی بہن (۸) خیفی بہن (۹) علاتی بہن (۱۰) ماں (۱۱) جدۂ صحیحہ (۱۲) بیٹی۔

(ب) ماں کو چھٹا حصہ:۔ اگر میت کی اولاد موجود ہو تو ماں کو چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا۔

ماں کا ثلث ماقی:۔ اگر زوجین میں سے کوئی ہو اور ابوین موجود ہوں تو ماں کو ثلث ماقی ملتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتیں نہ ہوں یعنی ثلث ماقی اور سدس نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ثلث الکل ملے گا۔

مزید وضاحت:۔ متوفی کے زوجین اور اولاد نہ ہو صرف والدین وارث ہوں تو والدہ کو ثلث الکل ملے گا۔ (حاشیہ شریفیہ ص ۲۱ حاشیہ ۵)

(ج) اصحاب فرائض جن کو نصف ملتا ہے:

(۱) بیٹی کو نصف اس وقت ملتا ہے جب وہ اکیلی وارث ہو۔

(۲) پوتی کو نصف اس وقت ملتا ہے جب وہ اکیلی وارث ہو۔

(۳) خاوند (جب میت کی اولاد نہ ہو) کو نصف ملتا ہے۔

(۴) حقیقی بہن کو بھی نصف ملتا ہے جب وہ اکیلی وارث ہو۔

(د) اصحاب فرائض جن کو سدس ملتا ہے:

(۱) اخیافی بہن بھائی میں سے جب کوئی ایک ہو تو سدس کے وارث ہوتے ہیں

(۲) ماں، باپ کو سدس ملتا ہے جب میت کی اولاد (بیٹا یا بیٹی) موجود ہو۔

(۳) دادی جب ماں موجود نہ ہو تو دادی کو سدس ملتا ہے۔

(۴) اگر دادا وارث بن رہا ہو تو اس کو سدس ملتا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ عصبہ بنفسہ:۔ عصبہ بنفسہ وہ ہے جب اس کی نسبت میت کی طرف کریں تو درمیان میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔

عصبات میں شامل اشخاص:۔ چار ہیں:

(۱) باپ (۲) بیٹا (۳) بھائی (۴) چچا۔

نیز ان عصبات میں سب مرد ہیں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق:۔ عصبہ بغیرہ:۔ وہ صاحب فریضہ عورت ہے جو کہ مرد کی وجہ سے عصبہ بنتی ہے۔

عصبہ مع غیرہ:۔ ہر وہ عورت ہے جو کہ عورت ہی کی وجہ سے عصبہ کہلاتی ہے جیسا کہ عینی یا علاتی بہن، بیٹی کی وجہ سے عصبہ مع غیرہ بن جاتی ہے۔ (شریفیہ)

(د) بیٹی اور بہن وارث ہوں تو بہن کونسا عصبہ بنتی ہے:

بیٹی اور بہن اگر وارث بنیں تو بہن بیٹی کی وجہ سے عصبہ بنتی ہے اس کو عصبہ مع غیرہ کہتے ہیں یعنی بہن عصبہ مع غیرہ بنتی ہے۔

سوال نمبر 5:۔ مسئلہ ۶

ماں	حقیقی بھائی	اخیافی بھائی	چچا
۱	۴	۱	م

صورت مسئلہ میں سدسین اکٹھے ہوتے ہیں اس لیے مسئلہ کا مخرج ۶ ہوگا۔ والدہ ایک (۱) اخیافی بھائی ایک (۱) حقیقی بھائی عصبہ ہونے کی وجہ سے ۴ سہام لے گا جبکہ چچا عصبہ بعید ہونے کے باعث محروم ہوگا۔

(ب) مسئلہ ۶

ماں	باپ	بیٹا	۲ بیٹیاں
۱/۶	۱/۶	للذکر مثل حظ الانثیین	
۱	۱	۲	۲

توضیح:۔ مسئلہ مذکورہ میں سدس اکیلا آیا تو مسئلہ مخرج ۶ سے آئیگا۔ ماں اور باپ کو ۱/۶، ۱/۶ یعنی ایک، ایک حصہ ملا باقی ۴ حصے بچ گئے، "للذکر مثل حظ الانثیین" کیمطابق دو حصے بیٹے کو اور دو حصے بیٹیوں کو ملیں گے یعنی بیٹا دو حصے لے گا جبکہ ہر بیٹی ایک، ایک حصہ لے گی۔

حل پرچہ علم الفرائض 2007

سوال نمبر 1:۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر:۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے بارے میں کہے کہ یہ میرا سگا بھائی ہے حالانکہ وہ حقیقتاً اس کا بھائی نہ ہو اور وہ مرتے دم تک یہ اقرار کرتا رہے کہ یہ میرا بھائی ہے اسکو مقرلہ بالنسب علی الغیر کہتے ہیں۔

(ب) مولی الموالاۃ:۔ یہ پرچہ 2005 میں حل ہو چکی ہے۔

(ج) حجب کی تعریف:۔ یہ پرچہ 2005 میں حل ہو چکی ہے۔

حجب کی اقسام:۔ اسکی دو قسمیں ہیں: (۱) حجب نقصان (۲) حجب حرمان

حجب نقصان:۔ یہ ہے کہ کسی ایک وارث کی وجہ سے کسی دوسرے وارث کا وراثت سے جزیۃً محروم ہو جانا۔

حجب حرمان:۔ یہ ہے کہ کسی ایک وارث کی وجہ سے کسی دوسرے وارث کا وراثت سے کلیۃً محروم ہو جانا۔

(د) محروم اور محجوب میں فرق:۔ (۱) محروم مانع ارث کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوتا ہے جبکہ محجوب کسی دوسرے وارث کی وجہ سے وراثت سے کلیۃً یا جزیۃً محروم ہوتا ہے۔

ذی رحم وارث کی تعریف:۔ (۱) ایسے رشتہ دار جن کا حصہ مقرر نہ ہو اور نہ ہی عصبہ ہوں۔

(۲) ایسے قرابت دار جو اصحاب فروض اور عصبات میں سے نہ ہوں۔

(۳) ایسے عزیز و اقارب جو کہ نہ عصبہ ہوں اور نہ ہی انکا حصہ مقرر ہو۔

(و) ذوی الارحام کی اقسام:۔ انکی چار قسمیں ہیں:

(۱) جو میت کی اولاد ہو۔ جیسے پوتا، پوتی

(۲) میت جن کی اولاد ہو۔ جیسے نانا، نانی

(۳) جو میت کے ابوین کی طرف منسوب ہو جیسے بھائی بہن کی اولاد

(۴) جو میت کے دادا، نانا کی طرف منسوب ہو جیسے چاچا، ماموں

یا

دو عددوں کے درمیان نسبت:۔

(۱) تماثل:۔ دو عدد جو کہ ہم مثل ہوں تو ان دو عددوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت تماثل کہلاتی ہے۔ جیسے دو اور دو

(۲) تداخل:۔ (i) وہ دو عدد جو ایک جیسے نہ ہوں لیکن چھوٹا بڑے کو برابر تقسیم کر دے تو ان کے درمیان پائی جانے والی نسبت

تداخل کہلاتی ہے جیسے تین اور نو۔

(ii) بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر برابر تقسیم ہو جائے۔ جیسے تین نو کو تقسیم کر رہا ہے اور نو تین پر برابر برابر تقسیم ہو رہا ہے۔

(۳) توافق:۔ وہ دو عدد جو ایک جیسے نہ ہوں لیکن چھوٹا بڑے کو برابر برابر تقسیم بھی نہ کرے لیکن کوئی تیسرا عدد آ کر ان دونوں کو تقسیم کر دے تو ان کے درمیان پائی جانے والی نسبت توافق کہلاتی ہے۔ جیسے عدد آٹھ اور بیس، ان دونوں کو عدد چار تقسیم کر رہا ہے گویا ان دونوں کا چار پر توافق ہے۔

(۴) تباین:۔ وہ دو عدد جو ایک جیسے نہ ہوں، چھوٹا بڑے کو اور بڑا چھوٹے کو تقسیم بھی نہ کرے اور کوئی تیسرا عدد بھی نہ ہو جو ان دونوں کو تقسیم کر دے تو ان دونوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت تباین کہلاتی ہے۔ جیسے عدد نو اور دس۔

(ب،ج) یہ پرچہ 2005 میں حل ہو چکی ہیں۔

سوال نمبر 2:۔

تصحیح:۔

لغۃً:۔ یہ صحت سے ماخوذ ہے معنی ہے تندرست ہونا۔

اصطلاحاً:۔ اصطلاح میں اصحاب فروض کے حصے تقسیم کرتے وقت جب حصے کم پڑ جائیں تو ایسا عدد حاصل کرنا کہ تمام حصہ داروں کو حصے برابر برابر تقسیم ہو جائیں۔ اس کو تصحیح کہتے ہیں۔

سہام اور رؤس کے متعلق قوانین:۔ سہام کے متعلق تین قوانین ہیں:

(۱) ہر گروہ پر بغیر کسر حصے برابر برابر تقسیم ہو جائیں تو تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی جیسے ابوین و بنتین

مسئلہ ۶

ماں	باپ	دو بیٹیاں
۱/۶	۱/۶	۲/۳
۱	۱	۴

(۲) گروہوں میں سے کسی ایک گروہ پر حصے ٹوٹ جائیں اور اس گروہ کے عدد سہام اور عدد رؤس کے درمیان نسبت توافق کی ہو تو عدد رؤس کے وفق تو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جیسے ابوین اور عشر بنات

مسئلہ

والد	والدہ	دس بیٹیاں
۱/۶	۱/۶	۴/۶
۱	۱	۴
۵	۵	۱۰x۲=۲۰

توضیح مسئلہ:۔ صورت مذکورہ میں بنات یعنی عدد روؤس جو کہ دس ہیں ان کا عدد سہام مخرج مسئلہ کیمطابق چار ہے، چار اور دس
عدد توافق دو ہے جو کہ علم الفرائض میں نصف کا مخرج ہے گویا ان کا توافق نصف پر ہے عدد روؤس کل دس ہیں ان کا نصف پانچ ہے
اس لیے پانچ کو اصل مسئلہ جو کہ چھ ہے میں ضرب دی جائیگی تو حصص مطلوبہ نکل آئیں گے جو کہ مثال سے معلوم ہو رہے ہیں۔

(۳) گروہوں میں سے کسی گروہ پر حصے ٹوٹ رہے ہوں اور عدد سہام اور عدد روؤس کے درمیان نسبت تباین کی ہو تو عدد روؤس
کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جیسے ابوین وخمس بنات۔

مسئلہ ۶ — ۳۰

ماں	باپ	۵ بیٹیاں
۱/۶	۱/۶	۴/۶
۱	۱	۴
۵	۵	۵x۴=۲۰

صورت مسئولہ میں سدس اور ثلثان کا اجتماع ہونے کے باعث مخرج مسئلہ ۶ ہوگا ۱/۶ والد اور ۱/۶ والدہ لیگی باقی یعنی چار
بیٹیوں کو ملیں گے۔

صورت مذکورہ میں عدد روؤس جو کہ پانچ ہیں اور عدد سہام جو کہ چار ہیں ان دونوں میں تباین ہے اس لیے عدد روؤس بنات کو اصل
مسئلہ میں ضرب دی گئی تو مخرج مسئلہ ۳۰ ہوگا پانچ پانچ سہام ابوین اور چار چار سہام ہر بیٹی لے گی۔

(ب) یہ جزء سابقہ پرچہ میں حل ہو چکی ہے۔

جد فاسد اور جد صحیح میں فرق:۔

جد فاسد اس شخص کو کہتے ہیں جب اسکی نسبت میت کی طرف کریں تو درمیان میں عورت کا واسطہ ہو جبکہ جد صحیح میں جب
اس کی نسبت میت کی طرف کریں تو درمیان میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔

یا

(الف) **ترجمۃ العبارت:۔** ردعول کی ضد ہے (رد کی تعریف یہ ہے) اصحاب الفروض کو اپنے اپنے حصص کے مطابق ...

دینے کے بعد کچھ حصہ بچ رہے اصحاب الفرائض کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہ ہو اندریں صورت زوجین کے علاوہ باقیماندہ
دیگر ورثاء میں انکے حصے کیمطابق تقسیم کیا جائیگا۔

(ب) علماء کا اختلاف:۔

حضرت زید بن ثابت کا مذہب:۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک اصحاب فروض اور عصبات سے بچا ہوا
مال، بیت المال میں جمع کرایا جائیگا۔

دلیل:۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اصحاب فروض کے
حصے مقرر فرما دیے ہیں لہذا اگر بچا ہوا مال انکی طرف رد کریں گے تو کتاب اللہ پر زیادتی ہوگی جو کہ صحیح نہیں لہذا باقی مال بیت المال
میں جمع کرایا جائے۔

احناف کا مذہب:۔ احناف کہتے ہیں کہ اگر اصحاب فروض کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو تو اصحاب فروض سے بچا ہوا مال دوبارہ
انکے حقوق کے مطابق ان کو لوٹایا جائیگا۔

دلیل:۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ﴿والوا الارحام بعضهم اولی ببعض﴾ کہ بعض رشتہ دار
بعض سے اولی ہیں لہذا اللہ تبارک وتعالی کے پہلے فرمان پر عمل کرتے ہوئے پہلے انکا مقررہ حصہ دیا جائیگا، اگر مال بچ جائے تو
دوسرے فرمان پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائیگا یوں اللہ تبارک وتعالی کے دونوں فرامین پر عمل ہو جائیگا

زوجین کو مستثنی کرنیکی وجہ:۔ زوجین کو مستثنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زوجین میں ذوی الارحام والا رشتہ ہی نہیں جبکہ رد کا تعلق
ذوی الارحام کے ساتھ ہے اس لیے زوجین کو مستثنی کر دیا ہے۔

سوالنمبر 3:۔(الف) اس جزء کا جواب گزر چکا ہے۔

(ب) سدس نصف پوتی اور سگی بہن ثلثان

مسئلہ ۱۲

پوتی	سگی بہن	بیوی	چچا
۲/۳ (مشترک)		۱/۴	باقی
۸ (مشترک)		۳	۱

توضیح:۔ صورۃ مذکورہ میں ربع کا ثلثان کے ساتھ اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۱۲ ہوگا اس میں سے ۲/۳ یعنی ۸ پوتی اور سگی بہن کو اور بیوی کو ۱/۴ یعنی ۳ ملیں گے باقی ایک حصہ چچا بطور عصبہ ہونے کے لے جائیگا۔

یا

مسئلہ ۶ سے بعد از عول ۸

خاوند	۲ علاتی بہنیں	۲ حقیقی بہنیں	والدہ
۱/۲	۲/۳	م	۱/۶
۳	۴		۱

نصف ثلثان اور سدس مجتمع ہوئے اس لیے یہ ۶ سے آٹھ کیطرف عول کر جائیگا یہ عول باثلث کہلاتا ہے۔ (شریفیہ)

توضیح:۔ صورۃ مذکورہ میں نصف کا اجتماع ثلثان کے ساتھ ہوا تو مسئلہ مخرج ۶ آیا تو اس میں سے ۱/۲ یعنی ۳ خاوند کو مل گئے ۲/۳ یعنی ۴ علاتی بہنوں کو مل گئے اور والدہ کو ۱/۶ یعنی ۱ مل گیا جبکہ حقیقی بہنیں محروم رہیں گی کیونکہ علاتی بہنوں کی موجودگی میں حقیقی بہنیں محروم ہوتی ہیں۔

مسئلہ ۲۴ بعد از عول ۲۷

زوجہ	بنتان	اب	ام
۱/۸	۲/۳	۱/۶	۱/۶
۳	۱۶	۴	۴

توضیح:۔ مسئلہ مذکورہ میں ثمن کا اجتماع ثلث سے ہوا تو مسئلہ مخرج ۲۴ آیا تو ان میں سے ۱/۸ یعنی ۳ بیوی کو مل گئے اور بنتان کو ۲/۳ یعنی ۱۶ مل گئے ماں اور باپ کو ۱/۶، ۱/۶ یعنی ۴، ۴ مل گئے تو مسئلہ عولی ہو گیا لہذا مسئلہ مخرج بعد از عول ۲۷ ہوگا۔

مسئلہ ۲۴ ــــ ۲۶۴

ام	زوجہ	۵ بیٹے	بیٹی
۱/۶	۱/۸	للذکر مثل حظ الانثیین	
۴	۳	۱۷	
۴۴	۳۳	۱۷۰	۱۷

۱/۶ سدس اور ۱/۸ ثمن ہے

توضیح:۔ مسئلہ مذکورہ میں ثمن اور سدس کا اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۲۴ آیا تو ۱/۶ یعنی ۴ والدہ کو اور ۱/۸ یعنی ۳ زوجہ کو ملے گا باقی ۱۷ حصے بچ گئے، پس بیٹوں کو بیٹیوں میں تبدیل کرنے سے پانچ بیٹے، دس بیٹیاں بن گئے بیٹی کو ان میں جمع کرنے سے کل روس ۱۱ ہو گئے عدد سہام ۱۷ ہیں ان دونوں میں نسبت تباین کی ہے اس لیے ۱۱ کو ۲۴ میں یعنی اصل مسئلہ میں ضرب دی تو مسئلہ کا مخرج ۲۶۴ ہو گیا لہذا ماں کو ۴۴ اور بیوی کو ۳۳، ایک بیٹی کو ۱۷، اور ۵ لڑکوں کو کل ۱۷۰ حصے ہوں گے یوں ہر لڑکے کو ۳۴، ۳۴ حصے ملیں گے۔

حل پرچہ علم الفرائض 2008ء

سوال نمبر1:۔ حجب نقصان:۔ اسکی تعریف گزر چکی ہے۔

کتنے افراد کیلئے:۔ حجب نقصان پانچ افراد کیلئے ہے

(۱) زوج (۲) زوجہ (۳) ام (۴) بنت (۵) بنت الابن

سوال نمبر2:۔ اختلاف دار:۔ اختلاف دار سے مراد یہ ہے کہ وارث اور مورث کا ملک الگ الگ ہو، فوج الگ ہو، بادشاہ الگ الگ ہوں۔

اقسام:۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اختلاف دار حقیقی (۲) اختلاف دار حکمی

حقیقی:۔ یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ملک میں ہوں یعنی ایک دار الحرب میں اور دوسرا دار الاسلام میں ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک مرجائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہوگا۔

حکمی:۔ یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ملک میں ہوں ایک مستامن ہو اور دوسرا ذمی ہو تو یہ بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے۔

(ب) عصبہ بنفسہ:۔ اسکی تعریف 2006 کے پرچہ میں گزر چکی ہے۔

کونسی عورتیں عصبہ بن سکتی ہیں:۔ درج ذیل تین عورتیں عصبہ بن سکتی ہیں:

(۱) سگی بہن: جب پوتی کے ساتھ وارث بنے تو عصبہ بن جاتی ہے

(۲) پوتی: جب پوتے کے ساتھ ہو تو عصبہ بن جاتی ہے

(۳) علی بہن: جب بھائی کے ساتھ ہو تو عصبہ بن جاتی ہے

(ج) ولاء کی تعریف:۔

لغۃً:۔ معنی ہے والی بنانا، مدد کرنا

اصطلاحاً:۔ اصطلاح میں یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کو کہے یا آقا اپنے غلام کو کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا وارث تو ہو گا اگر میں کوئی جنایت کروں گا تو تاوان تو ادا کریگا۔

ولاء کو ہبہ یا فروخت کرنا:۔ ولاء کو ہبہ یا فروخت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہبہ یا فروخت اس چیز کو کیا جاتا ہے جو مال ہو اور ولاء مال ہی نہیں اس لیے اس کو ہبہ یا فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

سوال نمبر 3:۔ عبارت کا ترجمہ 2005 کے پرچہ میں کیا جا چکا ہے۔

(ب) مفقود کی تعریف:۔ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی ایسے مقام پر چلا جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو یا دشمن قید کر لے اور اس کے زندہ یا مردہ ہونے کی کوئی خبر معلوم نہ ہو۔

مدت مفقود میں اختلاف ائمہ:۔

امام اعظم کا مذہب:۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مفقود کی مدت ۱۲۰ سال ہے۔

امام محمد کا مذہب:۔ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مفقود کی مدت ۱۱۰ سال ہے۔

امام ابو یوسف کا مذہب:۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک مفقود کی مدت ۱۰۵ سال ہے۔

بعض کے نزدیک:۔ بعض کے نزدیک ۷۰ سال بعض کے نزدیک ۸۰ سال اور بعض کے نزدیک ۹۰ سال ہے۔

راجح مذہب:۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مفقود کی مدت ۳۰ سال ہے۔ فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ج) مرتد کی تعریف:۔ اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائے۔ (العیاذ باللہ)

ہدمی کی تعریف:۔ ایک جماعت کسی دیوار کے نیچے یا چھت کے نیچے دب کر مر جائے یہ معلوم نہ ہو کہ کون پہلے فوت ہوا۔

حرقی کی وضاحت:۔ ایک جماعت جو جل کر فوت ہو جائے یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون فوت ہوا۔

سوال نمبر 4:۔ م مسئلہ ۲۴ / ۹۶

بیوی	خیفی بہن	باپ	دو بیٹیاں — بیٹا
۱/۸	م	۱/۶	للذکر مثل حظ الانثیین
۳		۴	۱۷
۱۲		۱۶	۳۴ — ۳۴

توضیح:۔ مسئلہ مذکورہ میں ثمن اور سدس کا اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۲۴ ہوا، اس میں سے ۱/۸ یعنی ۳ بیوی کو ملا، ۱/۶ یعنی ۴ باپ کو ملا، باقی ۱۷ حصے بچ گئے اور حصے ٹوٹ رہے ہیں تو عدد روؤس اور عدد سہام کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل روؤس بحال ہو گئے بیٹے کو دو بیٹیاں فرض کریں تو کل بیٹیاں چار ہو گئیں ۴ کو اصل مسئلہ میں یعنی ۲۴ میں ضرب دیں تو مسئلہ مخرج ۹۶ ہو گیا، تو بیوی کو ۱۲، باپ کو ۱۶، ایک بیٹے کو ۳۴، اور دو بیٹیوں کو ۳۴ حصے مل گئے اور خیفی بہن محروم ہو گی کیونکہ میت کی اولاد موجود ہے۔ میت کی اولاد کی موجودگی میں خیفی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔

(ب) م مسئلہ ۶

سگی بہن	والدہ	دو پوتیاں
	۱/۶	۲/۳
۱	۱	۴

توضیح:۔ مسئلہ مذکورہ میں سدس اور ثلثان کا اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۶ ہو گا دو پوتیوں کو ۲/۳ یعنی چار ملے گا والدہ کو ۱/۶ یعنی ایک ملے گا اور سگی بہن عصبہ ہونے کی وجہ سے ایک حصہ لے جائے گی کیونکہ سگی بہن جب پوتیوں کے ساتھ ہو تو عصبہ بن جاتی ہے۔

(ا) م مسئلہ ۱۲

والد	بیٹا	خاوند
۱/۶		۱/۴
۲	۷	۳

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں ربع کا سدس کے ساتھ اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۱۲ آیا اس میں سے ۱/۶ یعنی ۲ باپ کو ملا، ۱/۴ یعنی ۳ خاوند کو ملا، باقی ۷ حصے بیٹا عصبہ ہونے کی وجہ سے لے جائیگا۔

(۲) مسئلہ ۶

بیٹی	پوتی	چچا
۱/۲	۱/۶	
۳	۱	۲

توضیح:۔ صورت مسئولہ میں نصف اور سدس کا اجتماع ہو رہا ہے اس لیے مخرج مسئلہ ۶ ٹھہریگا۔ ۳/۶ یعنی ۳ بیٹی، ۱/۶ یعنی ایک پوتی، اور چچا ۲/۶ یعنی ۲ چچا بطور عصبہ وصول کریگا۔

(۳) مسئلہ ۴ / ۱۲

خاوند	سگا بھائی	سگی بہن	بیٹی
۱/۴			۱/۲
۱	۱		۲
۳	۲	۱	۶

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں نصف اور ربع آئے تو مسئلہ مخرج ۴ آیا اس میں سے ۱/۴ یعنی ایک خاوند کو ملا، ۱/۲ یعنی ۲ بیٹی کو ملا، باقی ایک حصہ سگا بھائی اور سگی بہن کو ملا تو حصہ ٹوٹ رہا ہے، عدد سہام اور عدد روس کے درمیان نسبت تباین کی ہے لہذا کل روس بحال ہونگے بھائی کو دو بہنوں کے قائم مقام فرض کیا تو بہنیں تین ہو گئیں، عدد روس یعنی ۳ کو اصل مسئلہ یعنی ۴ سے ضرب دی تو حاصل ضرب ۱۲ ہوا، اس میں سے ۳ خاوند کو، ۶ بیٹی کو، اور باقی تین حصے سگے بھائی اور سگی بہن میں تقسیم ہوں گے، بہن کو ایک اور بھائی کو دو حصے ملیں گے۔

حل پرچہ علم الفرائض 2009ء

سوال نمبر 1:۔ (i) 2005 کے پرچہ میں حل ہو چکا ہے۔

(ii) اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال:۔ اصحاب فرائض سے بچا ہوا مال عصبات میں تقسیم ہوگا۔

اصحاب فرائض موجود نہ ہوں تو؟

اگر اصحاب فرائض موجود نہ ہوں تو سارا مال عصبات میں تقسیم ہوگا۔

(iii) ذوی الفروض سے بچا ہوا مال ہو اور عصبات نہ ہوں؟

اگر ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد مال بچ جائے اور عصبات کی کوئی قسم موجود نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیت المال میں جمع کرایا جائیگا اور احناف کے نزدیک بچا ہوا مال ذوی الفروض کو ان کے حصوں کے مطابق دوبارہ دیا جائیگا۔

(iv) ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو میت کا ترکہ کسے ملے گا؟

اگر ذوی الفروض اور عصبات دونوں موجود نہ ہوں تو میت کا ترکہ ذوی الارحام کو ملے گا یعنی ذوی الارحام وارث ہونگے۔

سوال نمبر 2:۔ قرآن مجید میں مقرر کردہ حصے:۔ قرآن پاک میں مقرر کردہ حصے درج ذیل چھ ہیں:۔

(ا) نصف (۲) ربع (۳) ثمن (۴) ثلث (۵) ثلثان (۶) سدس

حصوں میں نسبت:۔ حصوں میں نسبت تضعیف و تنصیف کی ہے۔

(ب) باپ کو فرض مطلق:۔ اگر میت کے بیٹے، بیٹیاں موجود ہوں تو باپ کو فرض مطلق ملے گا۔

مسئلہ ۶

والد	بیٹا
۱/۶	
۱	۵

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں ۱/۶ آیا تو مسئلہ مخرج ۶ ہوگا والد کو ۱/۶ یعنی ایک ملا، بیٹا عصبہ بن کر ۵ حصے لے جائیگا۔

فرض مع التعصیب:۔ اگر میت کی اولاد میں صرف بیٹیاں ہوں تو والد کو فرض مع التعصیب ملے گا۔

مسئلہ ۶

بیٹی	والد
۱/۲	۱/۶
۳	۱+۲=۳

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں نصف کا اجتماع سدس کیساتھ ہوا تو مسئلہ مخرج ۶ ہوا، بیٹی کو ۱/۲ یعنی نصف ملا، باپ کو پہلے ۱/۶ یعنی ایک ملا، باقی دو حصے باپ بطور عصبہ ہونے کے لے جائیگا۔ یہ فرض مع التعصیب ہے۔

سوال نمبر 3:۔ بنات کے احوال:۔ 2005 کے پرچہ میں گزر چکے ہیں۔

(ii) بنات الابن:۔ پوتیوں کے چھ احوال ہیں:

(۱) اکیلی ہو تو نصف کی مالک ہوگی

(۲) دو یا دو سے زائد ہوں تو ثلثان کی مالک ہونگی۔

(۳) اگر بھائی ساتھ ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت انہیں حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت کی اولاد میں بیٹا ہو تو پوتی محروم ہوگی۔

(۵) اگر میت کی دو بیٹیاں ہوں تو پوتی محروم ہوگی۔

(۶) اگر میت کی دو بیٹیاں ہوں اور پوتی ہو اور پوتی کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہو تو پوتی عصبہ بنے گی۔

(iii) حقیقی بہنوں کے احوال:۔ ان کی پانچ حالتیں ہیں:

(۱) اکیلی ہو تو نصف کی مالک ہوگی۔

(۲) دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان کی مالک ہونگی۔

(۳) اگر بھائی ساتھ ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت حصہ ملے گا۔ اور یہ عصبہ بنیں گی۔

(۴) اگر ان کے ساتھ میت کی پوتی ہو تو یہ عصبہ بنے گی۔

(۵) میت کے دادا، دادی کی موجودگی میں بہن محروم ہوگی۔

(iv) جدہ فاسد، جدہ فاسدہ کی تعریفات

2005 کے پرچہ میں گزر چکی ہیں۔

نصف، ثلث اور ثلثان کا اجتماع، صورت مسئولہ:۔

ب مسئلہ ۶ بعد از عول ۹

خاوند	خیفی بھائی	خیفی بہن	دو حقیقی بہنیں
$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۳}$		$\frac{۲}{۳}$
۳	۲		۳

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں نصف اور ثلث کا اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۶ آیا اس میں سے خاوند کا حصہ ۱/۲ یعنی ۳ ہوا۔ خیفی بھائی اور خیفی بہن دونوں کو ۱/۳ یعنی ۲ ملا، دو حقیقی بہنوں کو ۲/۳ یعنی چار ملا۔ جبکہ اصل مسئلہ مخرج ۶ تھا اس میں عول ہو رہا ہے اور یہ عول ۹ تک جائیگا۔

سوال نمبر 5:۔ (الف، ب) دونوں کا جواب گزر چکا ہے۔

(i) ب مسئلہ ۶ بعد از عول ۸

ماں	شوہر	دو بہنیں
$\frac{۱}{۶}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۲}{۳}$
۱	۳	۴

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں نصف اور ثلث کا اجتماع ہوا تو مسئلہ مخرج ۶ ہوا اس میں سے ۱/۶ یعنی ایک ماں کو ملا، ۱/۲ یعنی نصف شوہر کو ملا، ۲/۳ یعنی ۴ دو بہنوں کو ملا، اصل مسئلہ ۶ تھا، اب اس میں عول ہوا تو مسئلہ ۸ سے ہوگیا۔

(ii) ب مسئلہ ۸

بیوی	بیٹی	چچا
$\frac{۱}{۸}$	$\frac{۱}{۲}$	
۱	۴	۳

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں نصف اور ثمن فریق اول سے آرہے ہیں تو جو عدد اقل ہوگا مسئلہ مخرج اسی سے ہوگا پس مسئلہ مخرج

آٹھ سے آئیگا اس میں سے ۱/۸ یعنی ایک بیوی کو، ۱/۲ یعنی ۴ بیٹی کو اور باقی ۳ حصے چچا بطور عصبہ ہونے کے لے جائیگا۔

(iii) مسئلہ ۶

ماں	باپ	دو بھائی
۲/۶	۴/۶	م
۲	۴	

توضیح:۔ اس میں فریق اول سے ۱/۶ آرہا ہے تو مسئلہ تخرج ۶ ہوگا اس میں سے ۲ ماں کو ملیں گے اور باقی چار حصے باپ لے جائیگا اور بھائی محروم رہیں گے۔

مسئلہ ۸

بیوی	بیٹی	حقیقی بہن
۱/۸	۱/۲	
۱	۴	۳

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں ثمن اور نصف فریق اول کے افراد میں سے ہے لہٰذا مسئلہ تخرج ۸ آئیگا یہ عادل ہے اس میں سے ۱/۸ یعنی ایک بیوی کو، ۱/۲ یعنی ۴ بیٹی کو اور باقی تین حصے حقیقی بہن عصبہ بن کر لے جائے گی۔

(v) مسئلہ ۱۲

بیوی	دادا	دادی	
۱/۴	۱/۶	۱/۶	
۳	۲	۲	باقی ۵ حصے بچ گے
۶	۹	۹	

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں ربع کا اجتماع سدس سے ہوا تو مسئلہ تخرج آیا ۱۲ اس میں سے ۱/۴ یعنی تین بیوی کو ملے، ۱/۶ یعنی ۲ دادا کو ملے، اور ۱/۶ یعنی ۲ دادی کو ملے باقی پانچ بچ گئے تو عدد روس اور عدد سہام کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل روس بحال لہٰذا عدد روس میں یعنی ۲ کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ یعنی ۱۲ میں تو مسئلہ تخرج ۲۴ آیا اور ان میں سے ۶ بیوی کو اور ۹، ۹ دادا اور دادی کو ملیں گے۔

(vi) مسئلہ ۶

والد	والدہ	شوہر
۲/۶	۱/۶	۳/۶

توضیح:۔ صورت مذکورہ میں ماں کو ثلث باقی ملیگا پس تخرج مسئلہ ۶ ہوگا، نصف یعنی ۳ شوہر کو ملیگا باقی میں ثلث یعنی ایک والدہ کو اور دو والد کو ملیگا۔

(vii) مسئلہ ۳

۲ علاتی بہنیں	چچا
۲/۳	
۲	۱

توضیح:۔ مذکورہ مسئلہ میں فریق ثانی کا نقصان آیا تو مسئلہ تخرج ۳ ہوا اس میں سے ۲/۳ یعنی ۲ علاتی بہنوں کو ملا اور ایک حصہ چچا بطور عصبہ ہونے کے لے گیا۔

نوٹ:۔ 2010 کا پیپر پہلے حل شدہ پیپرز میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حل پرچہ علم الفرائض 2011ء

سوال نمبر1:۔

موضوع:۔ علم الفرائض کا موضوع ترکات ہیں۔

غایت:۔ مستحقین کو حق پہنچانا اور ان کے سہام کی تعیین پر قادر ہونا۔

ارکان:۔ ارکان تین ہیں: (۱) وارث (۲) مورث (۳) ترکہ

اسباب:۔ تین ہیں:۔ (۱) مورث کی موت حقیقی ہو یا حکمی جیسے مفقود والخبر۔ (۲) وارث کی حیات حقیقی ہو یا حکمی جیسے حمل (۳) وراثت کے سبب کا علم۔

سوال نمبر2:۔ واضح رہے کہ شرعاً فرائض کی کل تعداد چھ ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن (۴) ثلث (۵) ثلثان (۶) سدس۔

ان فرائض کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے تین کو قسم اول اور دوسرے تین کو قسم ثانی کا نام دیا گیا ہے۔

مخرج کی تعریف:۔ انہی کے کسور کے متجانس (ہم جنس) اعداد کو مخرج کہا جاتا ہے مثلاً ربع کا اربع، ثمن کا ثمانیہ اور سدس کا ستہ ہے البتہ اعداد میں نصف کا متجانس نہ ہونے کے باعث اثنان کو اس کا مخرج متعین کیا گیا۔

(۱) مذکورہ بالا کسور اکیلے اکیلے آئیں گی تو کسر کا مخرج ہی مسئلہ کا مخرج ہوگا مثلاً متوفی نے ورثاء میں ایک بیٹی اور ایک ہی عینی بھائی چھوڑا، اندریں صورت بیٹی کا حصہ نصف ہے اسی لیے مخرج مسئلہ نصف کا مخرج دو ہی قرار پائے گا۔

(۲) دونوں انواع الگ الگ پائے جانے کی صورت میں کسر اقل کا عدد مخرج ہی مسئلہ کا مخرج ہوگا مثلاً ثلث اور سدس کے اجتماع پر کسر اقل سدس ہے اس لیے اسی کا عدد مخرج جو کہ چھ ہے مخرج مسئلہ قرار پائے گا۔
یوں ہی نوع اول کی اجتماعی صورت میں اسی قانون کو روبعمل لایا جائے گا مثلاً ربع نصف اور ثمن یا صرف نصف اور ثمن یا ربع اور ثمن، ان تمام صورتوں میں ثمن کا عدد مخرج یعنی آٹھ کا ہندسہ مخرج مسئلہ قرار پائے گا۔

(۳) دونوں انواع کے اشتراک کی صورت میں مخرج مسئلہ کی تین صورتیں ہوں گی۔ (i) نوع کے نصف کا نوع ثانی کے کسی بھی فرد سے انفرادی یا اجتماعی طور پر اشتراک ہونے سے مخرج مسئلہ چھ کا عدد ہوگا۔ مثلاً نصف اور ثلث یا نصف، ثلث اور ثلثان یا نصف اور سدس۔ (ii) ربع کے اشتراک سے مخرج مسئلہ ۱۲ کا عدد ہوگا۔ (iii) ثمن کے اشتراک سے مخرج مسئلہ ۲۴ کا عدد قرار پائے گا مخرج قرار پانے والے اعداد سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۲)، (۳)، (۴)، (۶)، (۸)، (۱۲)، (۲۴)

(۴) اصحاب فرائض کی عدم موجودگی اور صرف ذوی الارحام کی صورت میں، صورت مسئلہ عدد روؤس کے مطابق ہوگی۔

سوال نمبر5:۔

(الف) صاحب سراجی نے اخیافی بہن بھائیوں کی تین حالتیں بیان کی ہیں، دو صورتوں میں وارث ہوں گے جبکہ تیسری صورت میں محروم قرار پائیں گے۔

تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) متوفی کے ورثاء میں لڑکا لڑکی، پوتا، پوتی، والد اور دادا موجود نہ ہوں اور اخیافی بہن بھائی اکیلے ہوں یعنی بھائی تو وہ بھی اکیلا ہو یوں ہی بہن ہو تو وہ بھی اکیلی ہو اس صورت میں سدس کے مستحق قرار پائیں گے۔

(۲) ورثاء کی کیفیت یہی ہو البتہ اخیافی دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو ثلث ملیگا جو کہ عدد روؤس کے مطابق تقسیم ہوگا۔

(۳) جن ورثاء کی عدم موجودگی میں یہ وارث قرار پاتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی موجودگی میں یہ محروم قرار پائیں گے۔

(ب) علم الفرائض کی اصطلاح میں مسئولہ صورت کو مسئلہ تخارج کے نام سے موصوف کیا جاتا ہے اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صلح کرنے والے وارث کو دیگر ورثاء کے ساتھ شامل کرتے ہوئے مخرج مسئلہ کو معین کیا جائے گا اور ہر ایک کی سہم کو بھی معین کیا جائے گا۔ اسکے بعد صلح کرنے والے وارث کا حصہ ترکہ سے ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ ورثاء میں اصل مسئلہ سے جو انہیں سہام حاصل ہوئی تھیں ان ہی کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ جیسے کہ عورت فوت ہوئی اس نے ورثاء میں شوہر، ماں اور چچا چھوڑے۔

قانون تخارج کے مطابق مخرج مسئلہ چھ ہوگا، شوہر کو نصف یعنی تین اور ماں کو ثلث یعنی دو اور چچا کو ایک حصہ ملے گا۔ شوہر نے صلح کرلی اس لیے اس کا حصہ ترکہ سے ختم ہو گیا۔ متوفیہ کا جو ترکہ ہے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا جو ان دونوں وارثوں کو اصل تقسیم کے مطابق دیا جائے گا۔ لہٰذا ماں کو دو اور چچا کو ایک حصہ حاصل ہوگا۔

سوال نمبر6:۔ (۱) مسئلہ ۴

بیوی	سگی بہن	باپ
۱/۴	م	۳/۴

صورت مسئولہ میں باپ کے ہوتے ہوئے بہن بھائی از روئے شرع محروم ہوتے ہیں اس لیے اندریں صورت اخت عینی محروم ہوگی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی ربع کی مستحق قرار پائے گی اس لیے صورت مسئلہ ۴ سے ہوگی۔ بیوی کو ایک اور بقایا تین حصے باپ کو ملیں گے۔

(۲) مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	چچا
۳/۶	۱/۶	
۳	۱	۱

توضیح:۔ اس صورت میں نصف اور ثلث مجتمع ہو رہے ہیں اس لیے مسئلہ چھ سے بنے گا نصف یعنی تین شوہر کو، ثلث یعنی ۲ والدہ کو اور باقی ایک چچا کو بطور عصبہ ہونے کے ملے گا۔

(۳) مسئلہ ۳

دادا	دو سگی بہنیں	پھوپھی
۱	۲	م

توضیح:۔ پھوپھی ذوی الارحام سے ہے اس صورت میں دادا عصبہ ہوگا جبکہ بہنیں ذوی الفروض ہونے کے باعث ثلثان کی مستحق ہوں گی اور دادا ثلث کا مستحق قرار پائے گا۔ لہٰذا پھوپھی محروم الترکہ قرار پائے گی۔

(۴) مسئلہ ۶

سگی بہن	ماں	بیٹا
م	۱	۵

توضیح:۔ بیٹے کے ہوتے ہوئے بہن بھائی محروم ہوتے ہیں اس لیے بہن محروم الترکہ ہوگی، ماں کا چھٹا حصہ اور بقیہ مال بیٹے کو ملے گا۔ مسئلہ کا مخرج ۶ ہوگا۔

(۵) مسئلہ ۸

زوجہ	بنات خمسہ	ابن
۱	۵	۲

توضیح:۔ سہام اور عدد روس میں تماثل ہے اس لیے تصحیح کی ضرورت نہیں۔ ثمن کے باعث مخرج مسئلہ ۸ قرار پائیگا ایک (۱) زوجہ پانچ حصص بیٹیاں اور دو حصے بیٹا لے گا۔

(۶) مسئلہ ۲

علاتی بہن	پوتی	اخیافی بہن	بھتیجا
۱	۱	م	م

توضیح:۔ اخیافی بہن اور بھتیجا محروم ہوں گے پوتی اور علاتی بہن میں کل ترکہ تقسیم ہوگا۔ مخرج مسئلہ ۲ ہوگا ایک حصہ علاتی بہن کو بطور عصبہ اور ایک حصہ پوتی کو بطور ذوی الفروض ملے گا۔

کما قال رسول اللہ ﷺ "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ"

حل پرچہ جات

طحاوی

حل پرچہ طحاوی 2006ء

سوال نمبر 1:۔ عبارت:۔

اخبر ابو محذورة ان رسول الله ﷺ قال له قم فاذن بالصلوٰة فقمت بین یدی رسول الله ﷺ فالقی علی التاذین هو بنفسه ثم ذکر مثل التاذین فی الحدیث الاول.

ترجمہ:۔ حضرت ابو محذورہ نے خبر دی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ کھڑے ہو اور اذان کہو، فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پس سکھائی مجھ کو بذات خود اذان، پھر ذکر کیا حضرت ابو محذورۃ نے اسی اذان کا جو پہلی حدیث میں مذکورہ ہے۔

حدیث مذکورہ میں الفاظ کی ترتیب:۔

الله اکبر الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حی علی الصلوٰة، حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله.

(ii) الفاظ اذان میں ائمہ کا اختلاف:۔

امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اذان کے کلمات سترہ ہیں، شہادتین میں ترجیع ہے اور اللہ اکبر دو مرتبہ ہے۔

دلیل:۔ انکی دلیل یہی مذکورہ حدیث ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اذان کے کلمات انیس ہیں چار مرتبہ اللہ اکبر اور شہادتین میں ترجیع ہے۔

دلیل:۔ انکی دلیل بھی حضرت ابو محذورہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے کلمات سکھائے اور اللہ

اکبر چار مرتبہ فرمایا شہادتین میں ترجیع ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اذان کے کلمات پندرہ ہیں چار مرتبہ اللہ اکبر اور شہادتین میں ترجیع نہیں۔

انکی دلیل کا جواب:۔ احناف انکی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ نے جو روایات فرمائی ہیں جن میں شہادتین کی ترجیع ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابو محذورہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انہوں نے شہادتین کو آہستہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوبارہ بلند آواز سے کہو۔

سوال نمبر 2:۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کی زیادتی:۔

عطاء بن رباح اور طاؤس کا مسلک:۔ انکے نزدیک تھویب کی زیادتی مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل:۔ انکی دلیل حضرت عبداللہ بن زید نے جو خواب میں اذان سنی اس میں تھویب نہیں ہے۔

ائمہ اربعہ کا مسلک:۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک تھویب سنت ہے۔

دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ جو اذان ابو محذورہ کو سکھائی اس میں تھویب ہے۔

اذان فجر کے وقت میں فقہاء کا مذہب:۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک فجر کی اذان اگر وقت سے پہلے کہہ دی تو دوبارہ کہنا واجب ہے۔

دلیل:۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح کی اذان ہوتی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اوپر سحری کو حرام فرما دیتے تھے اور سنت ادا فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ صبح کی اذان کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔

شوافع کا مسلک:۔ شوافع کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے۔

دلیل:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت بلال اذان دیں تو تم کھانے پینے سے نہ رکو جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بلال فجر کی اذان وقت سے پہلے دیتے تھے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔

ان کی دلیل کا جواب:۔ احناف کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے تا کہ لوگ بیدار ہو جائیں گویا یہ اعلان ہوتا

تھا اذان نہیں۔

نظر طحاوی:۔ امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جس طرح باقی نمازوں کی اذان اگر وقت سے پہلے دی جائے تو واجب الاعادہ ہوتی ہے۔اسی طرح فجر کی نماز کی اذان قبل از وقت جائز نہیں ہوگی۔اور واجب الاعادہ ہوگی۔

سوال نمبر3:۔ جمع بین الصلاتین:۔

ائمہ کا مذہب:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین جائز ہے۔

دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے اندر دو نمازوں کو جمع فرمایا:۔

امام صاحب کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ کہیں بھی دو نمازوں کو جمع نہیں فرمایا۔

انکی دلیل کا جواب:۔ احناف یہ دیتے ہیں کہ تم نے جو یہ کہا کہ سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کو جمع فرماتے وہ جمع حقیقی نہیں وہ جمع صوری تھی وہ ایسے کہ آپ ایک نماز کو اسکے اول وقت میں ادا فرماتے اور دوسری نماز کو اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے،تم لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں جمع فرمائیں۔

نظر امام طحاوی:۔ امام طحاوی نے فرمایا جمع بین الصلاتین سے مراد نماز اولی کو نماز ثانی کے وقت یا اسکے برعکس پڑھنا نہیں۔ بلکہ نماز اولی کو اپنے وقت کے آخر اور نماز ثانی کو اپنے وقت کے شروع میں ادا کرنا مقصود ہے گویا کہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں ادا کیا جا رہا ہے۔یہ جمع حقیقی نہیں بلکہ جمع صوری ہے کیونکہ جمع صلوۃ تفریط کو مستلزم ہے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے انکی تفریط کا وقوع محال ہے۔

سوال نمبر4:۔ رفع یدین:۔

ائمہ ثلاثہ:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رفع یدین سنت ہے۔

دلیل:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین فرماتے تھے۔

امام اعظم کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک رفع یدین سنت نہیں ہے۔

دلیل:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

انکی دلیل کا جواب:۔ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے جب راوی خود اپنی روایت کے خلاف کرے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

نظر طحاوی:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ شروع میں بہت سارے مقامات پر رفع یدین ہوتا تھا جیسے رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت، سجدہ میں جاتے، اٹھتے وقت۔اگر رفع یدین کرتا ہے تو ان تمام مقامات پر کرو صرف چند مقامات پر رفع یدین کرنا اور چند کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔

قرأت خلف الامام:۔

امام مالک:۔ فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں قرأت کرنا فرض ہے اور جہری نماز میں قرأت نہ کی جائے۔

امام احمد بن حنبل:۔ کے نزدیک سری نماز میں قرأت کرنا سنت اور جہری نماز میں قرأت کرنا مکروہ ہے۔

امام شافعی:۔ کے نزدیک سری اور جہری دونوں نمازوں میں قرأت خلف الامام فرض ہے۔

امام اعظم:۔ کے نزدیک سری و جہری دونوں نمازوں میں قرأت خلف الامام جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ پر قرأت خلط ملط ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو مگر سورۃ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اسکے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

نیز انکی دلیل وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہیں۔

امام اعظم کی دلیل:۔(۱) قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له الخ﴾.

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے

اسکے منہ میں انگارہ ہو۔

نظر طحاوی:۔ امام طحاوی اس مسئلہ پر ایک نظر پیش کرتے ہیں کہ اگر قرأت فرض ہے تو آپ بتائیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا امام رکوع میں تھا وہ رکوع میں شامل ہو گیا تو اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسکی وہ رکعت ہو گئی حالانکہ اس نے قرأت نہیں کی اگر قرأت خلف الامام فرض ہوتی تو اس کی نماز نہ ہوتی جس سے ثابت ہوا کہ قرأت خلف الامام فرض نہیں ہے۔

حل پرچہ طحاوی 2007ء

سوال نمبر 2:۔ عبارت:۔ عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ مفتاح الصلوة الطھور واحرامھا التکبیر واحلالھا التسلیم.

ترجمہ:۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اسکی حرمت تکبیر ہے اور اسکی حلت تسلیم ہے۔

سلام کے بارے فقہاء کا اختلاف:

امام شافعی کا مذہب:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سلام فرض ہے۔

دلیل:۔ یہی مذکورہ حدیث ہے۔

امام اعظم کا مذہب:۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک سلام واجب ہے۔

دلیل:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ سے فرمایا جب تیری نماز مکمل ہو جائے تو تجھے اختیار ہے کہ کھڑا ہو جا یا سلام پھیر دے۔ اسمیں اختیار فرضیت کے منافی ہے۔

سوال:۔ پھر امام صاحب پر سوال ہوتا ہے کہ آپ نے وجوب کو کہاں سے ثابت کیا؟

جواب:۔ سلام کا وجوب خبر واحد سے ثابت ہے۔

سوالنمبر 3:۔ اس کا حل گزر چکا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ عبارت:۔ عن انس بن مالک قال امر بلالا ان یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ.

عبارت کی تشریح:۔ اس حدیث مبارکہ کے اندر نبی پاک ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہیں۔

کلمات اقامت میں فقہاء کا اختلاف:

امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اقامت کے آٹھ کلمات ہیں۔

دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہو اور تکبیر کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہو۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اقامت کے کلمات نو ہیں۔

دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہو اور اقامت کے ایک ایک مرتبہ، لیکن "قد قامت الصلوۃ" اسے دو مرتبہ کہو۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب:۔ امام صاحب کے نزدیک اقامت کے کلمات سترہ ہیں۔

دلیل:۔ حضرت عبداللہ بن زید، حضرت ابو محذورہ والی احادیث مبارکہ ہیں جن میں ہے کہ اذان اور اقامت کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔

سوال نمبر 5:۔ ترجمۃ الامام الطحاوی

اسمہ: احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلیم الازدی

کنیتہ: ابو جعفر

القابہ: الامام الحافظ الطحاوی

قبیلتہ: الازد ولاجل ذلک یقال لہ الازدی

وطنه: طحاء قرية في المصر

اوصافه: ابو جعفر الامام الحافظ الطحاوى الفقيه المحدث المتقى المصنف العلامة هادى الناس الى الحجة قامع الهوى والبدعة الجامع بين الحديث والفقاهة عظيم الشان والبرهان عالم القرآن حافظ حديث الرسول الجليل قدره والجميل ذكره الامام الجليل والعالم النبيل صاحب معانى الآثار ويقال له شرح معانى الآثار.

قال العلماء فى شانه: قال الامام سيوطى فى حسن المحاضرة وقال الامام الحافظ اللهبى فى التذكرة وقال محمد بن سليمان الكفوى فى طبقاته:

قال صاحب الماهر والفضل الظاهر الشيخ المحدث المكى على القارى فى طبقاته والعلامة الماهر الشيخ عبد القارى فى طبقاته والسمعان فى انسابه وابن خلكان فى تاريخه والاتقى فى غاية البيان والمحقى فى مرآة الجنان هو الامام الحافظ خاتمة الجهابذة والنقاد الاعلام شيخ الحديث طبيب علله فى القديم والحديث صحب خاله المزنى وكان تفقه عليه ابتداء شافعى المسلک ثم ترک مذهبه وصار حنفى المسلک وكان اماما ثقة عاقلا لم يخلف مثله .

كذا ذكره السمعان وغيره وكان مرجعا لعلم الحديث ودعاء بعلوم الدين وذكره سيوطى فى حفاظ الحديث وقال امام سيوطى وكان اماما ثقة ثبتا فقيها لم يخلف مثله انتهت اليه رياسة الحنفية .

مصنفاته: وصنف التصانيف البديعة والكتب المفيدة فمنها معانى الآثار ، وبيان المشكل الآثار ، واحكام القرآن فى نيف وعشرين جزءا ، والمختصر فى الفقه، وشرح الجامع الكبير ، وشرح جامع الصغير ، كتاب الشروط الكبير ، وله تاريخ كبير والآخر.

مشائخه: خاله المزنى ابو جعفر احمد بن ابى عمران وابو حازم عبد الحميد قاضى القضاة بالشام محمد بن الحسن وسمع الحديث من خلق كثير فى بلد شتى .

حل پرچہ طحاوی 2008ء

سوال نمبر 1:۔ عبارت:۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ امنى جبرائيل عليه السلام مرتين عند باب البيت فصلى بى الظهر حين مالت الشمس وصلى بى العصر حين صار ظل كل شیء مثله .

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امامت کرائی میری جبرائیل علیہ السلام نے دو مرتبہ بیت اللہ کے دروازے پر مجھے نماز پڑھائی ظہر کی جب سورج ڈھل چکا تھا اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اسکی ایک مثل ہو چکا تھا۔

امام شافعی کا مسلک:۔ عصر کی نماز کا ابتدائی وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو جائے یعنی سایہ شے کے برابر ہو جائے۔

دلیل:۔ ان کی دلیل یہی مذکورہ حدیث ہے۔

احناف کا مسلک:۔ عصر کی نماز کا اول وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو جائے۔

دلیل:۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جتنا اتفاق عصر کو تاخیر سے ادا کرنے پر تھا شاید کسی اور مسئلہ میں ہو۔ صحابہ کرام کا عصر کی تاخیر میں اتفاق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عصر تاخیر سے پڑھتے تھے۔

نظر امام طحاوی:۔ امام طحاوی کی نظر و فکر یہ ہے کہ نماز عصر کو نماز ہونے کے ناطے جلدی پڑھا جائے لیکن نماز عصر کو تاخیر سے پڑھیں گے تو نوافل کیلئے زیادہ وقت مل جائیگا کیونکہ عصر کی نماز کے بعد تو نوافل نہیں پڑھ سکتے اسی لیے نماز عصر کو تاخیر سے پڑھیں گے۔

سوال نمبر 2:۔ عدد رکعات الوتر میں اختلاف:

امام شافعی کا مسلک:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے۔

دلیل:۔ ان کی دلیل سوال میں مذکور حدیث ہے۔

مسلک احناف:۔ احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں ایک سلام کے ساتھ۔

دلیل:۔(۱) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے،پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی دوسری میں قل یا ایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے۔

(۲) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں ان میں سلام کا فاصلہ نہیں ہے۔

مسلک امام مالک:۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں لیکن دو رکعت کے بعد سلام کا فاصلہ ہے۔

دلیل:۔ امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر والی حدیث ہے جس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر وتر کی تین رکعتیں پڑھتے اور درمیان میں سلام کیساتھ فاصلہ کرتے۔

مخالفین کا رد:۔ ایک رکعت والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے ساتھ دو اور ملاؤ اور ان کو وتر بنالو۔

سوال نمبر3:۔ عن المغیرۃ بن شعبۃ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فسہا فنھض فی الرکعتین فسبحنا بہ فلما اتم الصلوٰۃ وسلم سجد سجدتی السھو.

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پس آپ ﷺ بھول گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے دو رکعتوں میں اور ہم نے سبحان اللہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جاری رکھی پس جب نماز مکمل ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، اور سہو کے دو سجدے کیے۔

کونسا تشہد راجح ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد راجح ہے۔

سجدہ سہو سلام سے پہلے یا بعد؟ اس میں اختلاف:

احناف کا مسلک:۔ احناف کے نزدیک سجدہ سہو سلام کے بعد ہے۔

دلیل:۔ "لکل سھو سجدتان بعد السلام" ہر سہو کیلئے بعد از سلام دو سجدے ہونگے۔

امام مالک اور امام شافعی کا مسلک:۔ ان حضرات کے نزدیک سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے۔

دلیل:۔ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سجد للسھو قبل السلام

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا۔

مولدہ: قیل مولدہ ۲۲۹ھ وقیل مولدہ ۲۳۹ھ

وفاتہ: مات احدی وعشرین للثمائۃ

معانی الآثار: کتاب دقیق وعمیق فی فن الحدیث ومقبول بین الناس ویدرس فی المدارس المعتبرۃ وشامل فی نصاب تنظیم المدارس والوفاق وبرھان قاطع فی ثبوت مذھب الحنفیۃ.

ومشتمل علی الآثار الصادقۃ والافکار الرائعۃ والدلائل علی المذاھب الاربعۃ لاھل السنۃ والجماعۃ. فکان ھذا الکتاب مغن عن الکتب المختلفۃ فمن قرء ھذا الکتاب واستحضرہ فقد غلب علی اعداء اھل السنۃ والجماعۃ فکانما صعد علی منابر العلمیۃ والعملیۃ والحکمیۃ . وسعد فی الدار الحالیۃ والآتیۃ. وملئ جحرہ بالدرر السنیۃ ورضی علیہ خالق البریۃ ونبی الرحمۃ. اللھم ارزقنا بقراءۃ ھذا الکتاب الدعاء المستجاب وخیر المآب فانک للخلق تواب بحق من اناب

ھذا ما فی وطابی واللہ اعلم بصوابی

حل پرچہ طحاوی 2009ء

سوال نمبر1,2,3 کے جوابات گزر چکے ہیں۔

سوال نمبر4:۔ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرت عبداللہ کے پاس گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں انہوں نے عرض کی جی ہاں! تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہوگئے اور ان دونوں میں سے ایک کو دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کیا۔ تو فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے رکوع کیا پس رکھا ہم نے اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر تو انہوں نے مارا ہمارے ہاتھوں کو پھر ملایا انہوں نے اپنے ہاتھوں کو پھر ان کو اپنی رانوں کے درمیان کرلیا۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے۔

تطبیق سے مراد:۔ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لینا تطبیق کہلاتا ہے۔

تطبیق کے قائل:۔ تطبیق کے قائل حضرت علقمہ، حضرت اسود اور حضرت ابراہیم نخعی ہیں۔

دلیل:۔ یہی مذکورہ حدیث ہے۔

ائمہ اربعہ کا مذہب:۔ ائمہ اربعہ تطبیق کی بجائے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کے قائل ہیں۔

دلائل:۔ ترمذی ونسائی میں حدیث مبارکہ ہے "قال عمر رضی اللہ عنہ امسوا فقد سنت لکم الرکب" یعنی اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے ساتھ چمٹادو۔

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الا اریکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فذکر حدیثا طویلا پھر رکوع کیا اور رکھا اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر۔

حضرت ابوحمید فرماتے ہیں: انا اعلمکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ کان اذا رکع وضع یدیہ علی رکبتیہ کانہ قابض علیھما

وائل بن حجر فرماتے ہیں: رایت رسول اللہ ﷺ کان اذا رکع وضع یدیہ علی رکبتیہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امسوا علی الرکب

یہ تمام احادیث پہلی حدیث کے معارض ہیں، اور یہ تواتر سے ثابت ہیں جس سے ثابت ہوا کہ رکوع میں تطبیق کی بجائے گھٹنوں کو پکڑنا صحیح ہے۔

جواب امام طحاوی:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں لیکن ان سے اس حدیث کی مخالفت پائی گئی ہے جب راوی اپنی روایت کردہ حدیث کی مخالفت کرے تو وہ حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔

حل پرچہ طحاوی شریف 2011ء

سوال نمبر 2:۔(ا) ترجمہ حدیث:۔

جناب عبدالرحمن بن اسود اپنے والد سے اور وہ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خفیہ یا علانیہ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور بعد از

نماز عصر دو رکعتیں کبھی ترک نہیں فرمائیں۔

(ا) بعض حضرات نے مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر بعد از نماز عصر دو رکعت کی ادائیگی سنت قرار دی ہے۔

جبکہ دیگر اکثر علماء نے اس کی مخالفت کی ہے بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنے والے کو مارنا ثابت ہے نیز عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے ہاں رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں تو میں نے عرض کیا: کیا ایسا کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ یہ دو رکعتیں میں بعد از نماز ظہر پڑھا کرتا ہوں آج مصروف ہونے کے باعث نہ پڑھ سکا اس لیے اب پڑھ رہا ہوں آنحضرت ﷺ کی اس وضاحت سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ نئی نماز نہ تھی بلکہ قضا تھی لہذا واضح ہوا کہ بعد از نماز عصر دو رکعتیں ادا نہیں کی جائیں گی۔

(۳) نظر طحاوی علیہ الرحمہ:۔

جواز وعدم جواز کی روایات کے بعد امام صاحب اپنا مسلک نظر کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔

قیس ذکوان کی روایت میں جناب ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ مروی ہے کہ میں نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا کہ کوئی اور شخص بھی ان دو رکعتوں کے فوت ہونے کے بعد، بعد از نماز عصر قضاء کر سکتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نہیں اس جملے کو بنیاد بنا کر آپ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور دیگر حضرات اس حکم میں مختلف ہیں یعنی امت پر ان دو رکعت کی قضا لازم نہیں ان کے عدم لزوم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں فرض نہیں بعد از عصر ان کو قضا کرنے والا متنفل ہوگا ہر قسم کے نفل کی ادائیگی بعد از عصر ممنوع ہے اس لیے ان کی ادائیگی بھی ممنوع ہوگی احناف کا یہ مسلک متفق علیہ ہے۔

سوال نمبر 3:۔ (ا) جناب جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکبر مقرر فرمایا تا کہ ہمیں تکبیر کی آواز سنائی دے سکے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو ہمارا قیام معلوم ہوا تو اشارہ کرتے ہوئے بیٹھنے کا حکم دیا نماز کی تکمیل کے بعد فرمایا قریب تھا کہ تم وہی کام کرتے جو ایرانی اور رومی اپنے بڑوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اپنے ائمہ کی اتباع کیا کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو تم بھی کھڑے رہو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔

(۲) اختلاف ائمہ:۔

امام اوزاعی، احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ امام بیماری کے باعث بیٹھ کر امامت کرتا ہے تو مقتدی حضرات اگرچہ تندرست ہوں انہیں امام کی اقتداء کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا ہوگی۔

جبکہ امام ثوری، امام اعظم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اندریں صورت مقتدی حضرات کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے ان سے قیام ساقط نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرض الموت کی طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے کہ "ابو بکر قائم ورسول اللہ ﷺ جالس"

جناب صدیق اکبر اور دیگر تمام صحابہ رضوان اللہ کا قیام دلالت کر رہا ہے کہ امام کی بیماری سے مقتدی حضرات پر قیام فرض ہی رہیگا ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ امام اوزاعی وغیرہ نے کہا ہے۔

(۳) اس مسئلہ کی توضیح کیلئے آپ ایک متفق علیہ مسئلہ کو مقیس علیہ بنا رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ کسی امام کا مقتدی بننے سے کچھ ایسی چیزیں مقتدی پر لازم ہو جاتی ہیں جو کہ مقتدی بننے سے پہلے لازم نہیں تھیں یونہی مقتدی بننے سے پہلے جو لازم تھیں وہ مقتدی بننے سے ساقط نہیں ہوتیں بلکہ برقرار رہتی ہیں مثلاً مسافر مقیم کی اقتداء کریگا تو اس پر مقیم کی نماز لازم ہو جائے گی یعنی دو کی بجائے چار ادا کریگا اور اگر مقیم مسافر کی اقتداء کریگا تو اس پر قصر لازم نہیں ہوگی بلکہ مقیم ہی کی نماز ادا کریگا ایسے ہی تندرست بیمار کا مقتدی بنے گا تو قبل از اقتداء لازم ہونے والا قیام ساقط نہیں ہوگا بلکہ برقرار رہیگا۔

سوال نمبر 4:۔ (۱) جناب عاصم بن عمر بن الانصاری اور ظفری جناب انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب انس بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر عصر کی نماز جلدی پڑھنے والا کوئی نہیں تھا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد سے (جناب ابولبابہ بن عبدالمنذر جو کہ عمرو بن عوف کے بھائی تھے اور ابوعبس بن جبر جو کہ بنو حارثہ میں سے تھے ان دونوں کے علاوہ انصار میں سے کسی کے گھر دور نہیں تھے جناب ابولبابہ کا گھر قباء اور جناب ابوعبس کا گھر بنو حارثہ میں واقع تھا یہ دونوں حضرات عصر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوتے یہ دونوں اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جاتے انکے اہل محلہ نے ابھی تک نماز عصر پڑھی ہوتی تھی ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ عصر جلدی ادا فرماتے تھے۔

(۲) امام طحاوی کے ہاں عصر کا مؤخر کرنا مستحب ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں "فاستحببنا بذلک تاخیر العصر" البتہ

یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ تغیر شمس سے پہلے پہلے صلوٰۃ عصر ادا کر لی جائے۔

امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک یہی ہے۔

(۳) نماز مغرب کے خروج وقت میں ائمہ کا اختلاف ہے یعنی نماز مغرب کا وقت کب ختم ہوتا ہے امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور احناف سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک یہ ہے۔ کہ غروب آفتاب کے بعد جو سرخی نمایاں ہوتی ہے اس کے اختتام کیساتھ ہی مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے، تاہم جناب صدیق اکبر، جناب معاذ بن جبل، جناب ابی بن کعب اور امام اعظم علیہم الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اختتام سرخی کے بعد پیدا ہونے والی سفیدی کے ختم ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہوگا۔

نظر طحاوی:۔ امام طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں دونوں گروہوں کے ہاں شفق بمعنی سرخی جو کہ قبل از بیاض ہوتی ہے وہ وقت مغرب ہے البتہ اختلاف صرف بیاض میں ہے غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ نماز فجر میں سرخی اور بیاض میں وہی کیفیت ہے جو کہ مغرب میں ہوتی ہے یعنی سرخی پہلے ہوتی ہے اور سفیدی بعد میں ظاہر ہوتی ہے لیکن دونوں کا شمار نماز فجر کے وقت میں ہوتا ہے یعنی سرخی اور سفیدی کے ختم ہونے پر نماز فجر کا وقت اختتام پذیر ہوگا۔

یہی کچھ مغرب میں بھی ہوتا ہے اس لیے سفیدی نماز مغرب کے وقت میں شمار ہوگی گویا کہ مغرب کا وقت سرخی کے ختم ہونے پر ختم نہیں ہوگا بلکہ سفیدی کے ختم ہونے پر مغرب کا وقت اپنے اختتام کو پہنچے گا۔

حل پرچہ اصول حدیث 2006ء

سوال نمبر 1:۔

حدیث مرسل:۔ **لغت:۔** ارسل فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے چھوڑ دینا۔

اصطلاحاً:۔ اصطلاح میں وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی ساقط ہو۔

حجیت میں اختلاف ائمہ:۔ حدیث مرسل کے حجیت ہونے کے بارے میں اختلاف ائمہ درج ذیل ہے مشہور تین قول ہیں۔

قول اول:۔ جمہور محدثین، اکثر اصولیین اور فقہاء کے نزدیک ضعیف و مردود ہے۔

دلیل:۔ محذوف راوی نامعلوم ہے ممکن ہے وہ صحابی کے علاوہ کوئی اور ہو اور اس کا حال معلوم نہ ہو۔

قول ثانی:۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک مرسل روایت صحیح اور قابل حجت ہے بشرطیکہ ارسال کرنیوالا ثقہ ہو۔

دلیل:۔ کوئی بھی ثقہ تابعی یا بات حلال اور جائز نہیں سمجھتا کہ موثوق واسطہ کے بغیر یہ کہہ دے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا۔

قول ثالث:۔ امام شافعی اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مقبولیت کیلئے چار شرطیں ہیں:

(۱) ارسال کرنیوالا کبار تابعین میں سے ہو۔

(۲) اگر اس سے مرسل عنہ کے بارے سوال کیا جائے تو وہ کسی ثقہ کا نام بتائے۔

(۳) اگر دیگر باعتماد حفاظ حدیث بھی اس روایت میں مرسل مذکور کے شریک ہوں تو وہ اس کی مخالفت نہ کریں۔

(۴) مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ درج ذیل میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے:

☆ حدیث کسی دوسری سند سے متصل طور پر ثابت ہو۔

☆ دوسری اسانید کے ذریعے بھی یہ روایت مرسل طور پر ثابت شدہ ہو مگر ارسال کرنیوالا بعض دیگر علماء کا شاگرد ہو جو پہلے مرسل کے اساتذہ کے علاوہ ہوں۔

☆ کسی صحابی کے قوم کے موافق ہو۔

☆ اکثر اہل علم اسکے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔

(ii)

مرسل صحابی:۔ کوئی صحابی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی فرمان یا آپکا کوئی فعل بیان کرے مگر اس نے براہ راست خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ سنا ہو اور نہ مشاہدہ کیا ہو تو اسے مرسل صحابی کہتے ہیں۔

حکم:۔ جمہور علماء محدثین کا صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ صحابی کی مرسل روایات صحیح اور قابل حجت ہیں اور بعض نے کہا کہ مرسل صحابی کا حکم مرسل تابعی والا ہے لیکن یہ قول ضعیف اور مردود ہیں۔

حق یہ ہے کہ دونوں کے حکم میں فرق ہو۔

سوال نمبر 2:۔

متواتر:۔ **لغۃ:۔** تواتر فعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی ہے لگاتار۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جسے اتنی کثیر تعداد روایت کرے جنکا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہو۔

شرائط:۔ (۱) اسے کثیر تعداد روایت کرے۔

(۲) یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں برقرار رہے۔

(۳) عادتاً یہ محال ہو کہ ان لوگوں نے جھوٹ پر اتفاق کرلیا ہوگا۔

(۴) خبر حواس ظاہری اور مشاہدہ پر مبنی ہو۔

حدیث متواتر کے وجود کے بارے میں خلاصہ:۔

متواتر کے وجود کے بارے ابن صلاح کہتے ہیں کہ متواتر کی جو تفسیر کی جاتی ہے اس کے مطابق متواتر ہی قلیل الوجود ہے صرف حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار" کے علاوہ اور کوئی حدیث ظاہراً متواتر نہیں۔

اور بعض کے نزدیک حدیث متواتر کا وجود ہی نہیں لیکن شارح نخبہ نے ان دونوں قولوں کا رد کیا ہے اور فرمایا کہ طبقہ اولیٰ میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مصنفین اگر کسی حدیث کو اس قدر روات سے روایت کریں جنکا جھوٹ پر اتفاق محال ہو تو یقیناً یہ

حدیث متواتر ہوگی اور اس قسم کی احادیث مشہور کتابوں میں موجود ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ حدیث متواتر کی کثیر تعداد موجود ہے۔

(ii) مشہور:۔

لغۃ:۔ یہ شہرت الامر سے ماخوذ ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی ہے مشہور کی ہوئی۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں اور تواتر کی حد کو نہ پہنچیں۔

مستفیض:۔ لغۃ:۔ یہ استفاض الماء سے ماخوذ ہے معنی ہے پھیلنا، منتشر ہونا۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں تین ہوں کم یا زیادہ نہ ہوں۔ نیز اس میں تین قول ہیں:

(۱) یہ مشہور کے مترادف ہے (۲) یہ مشہور سے خاص ہے۔ (۳) یہ مشہور سے عام ہے۔

یعنی مشہور میں سند کے دونوں طرفوں کا برابر ہونا شرط نہیں جبکہ مستفیض میں سند کے دونوں طرفوں کا برابر ہونا شرط ہے۔

مشہور اور مستفیض میں نسبت:۔ پہلی تعریف کے مطابق ان دونوں کے درمیان تساوی کی ہے۔ دوسری اور تیسری تعریف کے مطابق ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

سوال نمبر 3:۔ اصطلاحات کی تعریفات:۔

صحیح:۔ لغت میں سقیم کی ضد ہے معنی ہے تندرست ہونا۔ اصطلاحاً وہ حدیث جس کی سند اپنے قائل تک متصل ہو اس کے راوی عادل ہوں، ضابط ہوں اس میں کوئی شذوذ نہ ہو اور مخفی علت بھی نہ ہو۔

حسن لذاتہ:۔ وہ حدیث جس میں صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کا ضبط خفیف ہو۔

ضعیف:۔ وہ حدیث جو صحیح اور حسن کی تمام صفات سے عاری ہو۔ یعنی اس کے اندر صحیح اور حسن کی کوئی صفت نہ پائی جاتی ہو۔

صحاح ستہ:۔ وہ چھ کتابیں جنہیں محدثین نے صحیح کا درجہ دیا ہے۔

۱) بخاری (۲) مسلم (۳) ابوداؤد (۴) ترمذی (۵) نسائی (۶) ابن ماجہ

غریب:۔

لغۃً:۔ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے متفرد

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کو روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہو۔

عزیز:۔

لغۃً:۔ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے عزّ یعزّ سے، اسکے معانی دو ہیں۔ (۱) قلیل (۲) قوی۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں دو ہوں کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

شاذ:۔

لغۃً:۔ یہ شذّ فعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کی روایت میں ثقہ اپنے اوثق کی مخالفت کر رہا ہو۔

منکر:۔

لغۃً:۔ یہ انکر فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہے انکار کیا ہوا۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کی روایت میں ضعیف راوی اوثق کی مخالفت کر رہا ہو۔

معضل:۔

لغۃً:۔ یہ اعضل فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہے عاجز کردینا، تھکا دینا۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کی سند میں دو یا زیادہ راوی یکے بعد دیگرے ایک جگہ سے ساقط ہوں۔

معنعن:۔

لغۃً:۔ یہ عن عن فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جو لفظ عن سے روایت کی گئی ہو۔

(ii) وجوہ طعن:۔

وجوہ طعن دس ہیں:

(۱) فسق (۲) کذب (۳) تہمت کذب (۴) فحش غلط (۵) کثرت اوہام (۶) بدعت (۷) جہالت (۸) سوء حفظ (۹) غفلت (۱۰) مخالفت ثقات۔

(iii) کتاب کا پورا نام:۔ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر

ماتن وشارح کا نام:۔ شہاب الملۃ والدین احمد بن علی حجر العسقلانی

حرکات:۔ نُخبَۃُ الفِکَرْ معنی ہے افکار کا نچوڑ

سوال نمبر 4:۔ شاذ اور محفوظ:۔

وہ حدیث جس میں ثقہ راوی کا بیان ارجح کے خلاف ہو۔ ثقہ کے بیان کو شاذ اور ارجح کے بیان کو محفوظ کہتے ہیں۔

معروف:۔ وہ حدیث جس میں ضعیف راوی کا بیان ثقہ کے بیان کے خلاف ہو۔ ضعیف راوی کے بیان کو منکر اور ثقہ کے بیان کو معروف کہتے ہیں۔

یہ اقسام کس اعتبار سے ہیں:۔

حدیث کی اقسام مضمون کی زیادتی کے اعتبار سے یہ ہیں۔

(ب) تدلیس کا لغوی معنی:۔

یہ دلس البائع سے ہے معنی ہے عیب چھپانا۔

اصطلاحاً:۔ محدث کا حدیث کی روایت میں کسی راوی کا نام نہ لینا بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو۔

اقسام:۔ تدلیس کی تین اقسام ہیں۔

(۱): تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ (۳) تدلیس التسویہ

سوال نمبر 5:۔

متابعت:۔ کسی راوی کا فرد نسبی راوی کے ساتھ اسناد حدیث میں موافقت کرنا۔

متابع متابَع:۔ ایک راوی فرد نسبی مانا جارہا تھا پھر تتبع اور تلاش سے دوسرا راوی مل گیا جو فرد نسبی کے ساتھ اسناد حدیث میں موافق ہے تو یہ دوسرا راوی متابع اور پہلا راوی متابَع کہلاتا ہے۔

شاہد:۔ وہ متن حدیث ہے جو فرد نسبی کے ساتھ موافق ہے خواہ لفظاً اور معنی دونوں طرح ہو یا صرف معنی موافق ہو۔

الاعتبار:۔ فرد نسبی کی روایت کیلئے متابع یا شاہد تلاش کرنا اور اس مقصد کیلئے حدیث کی سندوں کو جمع کرنا۔

(ب) حدیث مقبول:۔ وہ خبر واحد ہے جس کے سب راوی معتبر ہوں۔

اقسام:۔ اسکی دو قسمیں ہیں: (۱) صحیح (۲) حسن

اقسام کی تعریف پرچہ 2006 میں حل کر دی گئی ہے۔

سوال نمبر 6:۔

(الف) حدیث مردود:۔ وہ حدیث جس میں صدق کا پہلو راجح نہ ہو۔

اسباب رد:۔ (۱) راوی میں طعن ہو (۲) سقوط من الاسناد ہو (۳) قرآن پاک کی آیت کے خلاف ہو (۴) حدیث متواتر کے خلاف ہو (۵) حدیث مشہورہ کے خلاف ہو۔

(بؔ) منکر کی پہلی تعریف:۔ وہ حدیث جس کی روایت میں ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کر رہا ہو۔

دوسری تعریف:۔ وہ حدیث جس کا راوی فحش غلط یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔

تعریفوں میں فرق:۔ پہلی تعریف میں مخالفت کی قید ہے جبکہ دوسری تعریف میں مخالفت کی قید نہیں۔

پہلی تعریف میں راوی کا مطعون ہونا ظاہر نہیں ہے جبکہ دوسری تعریف میں راوی کا مطعون ہونا ظاہر ہے۔

(ج) حدیث معلق:۔

لغۃً:۔ یہ علّق فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہے لٹکی ہوئی۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کی سند کے شروع میں چند راویوں کو اکٹھے حذف کر دیا گیا ہو۔

حدیث معلق کا حکم:۔ جو محدثین ہمیشہ بالالتزام صحیح حدیثیں بیان کرتے ہیں جیسے امام بخاری، امام مسلم۔ اگر یہ محدثین یقینی صورت میں تعلیقات بیان کریں تو ان پر اعتبار کرتے ہوئے ان تعلیقات کو مقبول کہا جائیگا۔ اگر وہ غیر یقینی صورت میں بیان کریں تو پھر تعلیقات مقبول نہ ہوں گی۔

حدیث مرسل:۔ حدیث مرسل کی تعریف اور اسکا حکم حل ہو چکا ہے۔(پرچہ 2006)

حل پرچہ اصول حدیث 2007

سوال نمبر 1:۔ (الف)

خبر کی تعریف:۔ اس میں تین قول ہیں:

(۱) حدیث کے مترادف ہے (وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہو)

(۲) حدیث سے خاص ہو۔

(۳) حدیث سے عام ہے (وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی طرف ہو)

(ب) متواتر کی تعریف اور شرائط:۔

متواتر کی تعریف اور شرائط 2006 کے پرچہ میں حل ہو چکے ہیں۔

متواتر کا حکم:۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے جیسے کوئی آدمی اپنی آنکھوں سے کوئی شے دیکھے تو اس کا انکار نہیں کرتا اسی طرح حدیث متواتر کا انکار نہیں ہو سکتا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(ج) مذکورہ عبارت کی تشریح:۔

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ مشہور اور متواتر میں نسبت بیان کر رہے ہیں کہ ہر حدیث متواتر، مشہور ہو گی لیکن ہر حدیث مشہور، متواتر نہیں ہو گی یعنی ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

مشہور کی تعریف:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

سوال نمبر 2:۔ صحیح کی تعریف:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

شرائط:۔ اتصال السند:۔ یعنی سند کے شروع سے لیکر آخر تک سند متصل ہو اسکا کوئی راوی گرا ہوا نہ ہو۔

العدالۃ:۔ یہ ہے کہ راوی صفت عدالت کے ساتھ موصوف ہو اور ہر اس برائی سے بچتا ہو جس سے انسان کی عزت مجروح ہوتی ہے جیسے راستہ پر پیشاب کرنا، بُرے لوگوں سے میل جول وغیرہ۔

الضبط:۔ یعنی قوی ذہن کا مالک ہو تا کہ جو بات سنی فوراً یاد ہو گئی اور کسی بھی وقت سنانے میں دقت (دشواری) نہ ہو۔

ضبط کی اقسام:۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔

ضبط حفظ:۔ یعنی اچھی طرح یاد کرنا

ضبط کتابت:۔ اگر اچھی طرح یاد نہ رکھ سکتا ہو تو لکھ کر محفوظ کر لیتا ہو اسے ضبط کتابت کہتے ہیں یعنی لکھ کر یاد رکھنا۔

معلول نہ ہو:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں ایسی خفیہ علت نہ ہو جس سے حدیث پر اثر پڑے۔

شذوذ نہ ہو:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں ثقہ راوی، راجح کی مخالفت نہ کر رہا ہو۔

(ب) اصح کتاب بخاری یا مسلم؟

علماء متقدمین ومتاخرین اور جمہور علماء کے نزدیک بخاری ومسلم میں سے اصح کتاب بخاری شریف ہے۔

دلائل:۔ (۱) علماء متقدمین ومتاخرین کا یہ فیصلہ بخاری کے اصح ہونے پر دال ہے۔

(۲) بخاری کی روایتیں مسلم کی روایتوں سے اصح ہیں۔

(۳) بخاری کے راوی جن پر جرح ہوئی وہ کم ہیں اور مسلم کے ایسے راویوں کی تعداد زیادہ ہے۔

(۴) بخاری کی شرائط امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔

(۵) کسی کتاب کی عظمت اسکے مصنف کی عظمت سے ظاہر ہوتی ہے امام بخاری کی عظمت بالکل واضح ہے۔

سوال نمبر3:۔ موضوع حدیث کی تعریف:۔

لغۃً:۔ وضع فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہے گھڑنا، بنانا۔

اصطلاحاً:۔ وہ من گھڑت اور جھوٹی بات جس کی نسبت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی جائے۔

معرفت موضوع:۔ موضوع حدیث کو پہچاننے کے چار طریقے ہیں:

(۱) راوی خود اقرار کرے کہ میں نے یہ حدیث گھڑی ہے۔

(۲) اچانک منہ سے کوئی ایسی بات نکل گئی جس سے پتہ چل جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۳) راوی کی ذات میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جس سے اس کا واضع ہونا ظاہر ہو جیسے رافضی ہونا۔

(۴) خود حدیث میں کوئی ایسی بات، ایسا قرینہ ہو جس سے ظاہر ہو جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسے حدیث کا قرآن پاک کے مفہوم کے مخالف ہونا۔

اسباب وضع:۔ (۱) تقرب الی اللہ کیلئے (۲) اپنے مذہب کی تائید کیلئے (۳) دین اسلام میں عیب ظاہر کرنے کیلئے (۴) وسیلہ رزق کیلئے (۵) طلب شہرت کیلئے۔

(ب) موضوع کا حکم:۔

تمام علماء و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موضوع حدیث کو بیان کرنا گناہ و حرام ہے۔

سوال نمبر4:۔ (۱) ناسخ و منسوخ

لغۃً:۔ یہ نسخ سے ماخوذ ہے معنی ہے قطع کرنا، ختم کرنا، باطل کرنا۔

اصطلاحاً:۔ ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دینا پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے حکم کو ناسخ کہتے ہیں۔

(۲) مراتب صحیح:۔ جو کئی سندوں سے روایت شدہ ہو۔

(۱) اس کے راوی اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ موصوف نہ ہوں۔

(۲) اس کے راوی اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔

(۳) جو صرف بخاری کی شرائط پر ہوں۔

(۴) جو صرف مسلم کی شرائط پر ہوں۔

(۵) جو دونوں کی شرائط پر ہوں۔

(۶) جو صرف بخاری میں ہوں۔

(۷) جو صرف مسلم میں ہوں۔

(۸) جو دونوں میں ہوں۔

مختلف الحدیث:۔ وہ حدیث جس کے مقابلے میں اس جیسی کوئی اور حدیث ہو اور ان دونوں میں جمع کا امکان بھی ہو۔

الجمع بین الصحیح والحسن:۔

بظاہر یہ مشکل ہے کہ ایک حدیث صحیح بھی ہو اور حسن بھی ہو کیونکہ حسن کا درجہ صحیح سے کم ہے تاہم جمع کی دو صورتیں ہیں:

(۱) حدیث دو سندوں سے روایت شدہ ہو ایک روایت کے مطابق صحیح اور دوسری روایت کے مطابق حسن ہو۔

(۲) حدیث کئی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہو ایک طبقہ کے مطابق صحیح اور ایک طبقہ کے مطابق حسن ہو۔

صیغ اداء:۔

سماع کیلئے	سمعت، حدثنی
قرأت کیلئے	اخبرنی
اجازت کیلئے	انبانی
مذاکرہ کیلئے	ذکرنی

تدلیس:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

اصح الاسانید:۔ کما یکون رواتہ فی الدرجۃ العلیا من العدالۃ والضبط وسائر الصفات التی توجب الحدیث کان اصح مما دونہ

اصح الاسانید نسبت اضافیہ ہے جیسا کہ ہر گناہ اپنے سے بڑے گناہ کے لحاظ سے صغیرہ اور چھوٹے کے اعتبار سے کبیرہ

کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 5:۔ اصطلاحات کی تعریفات:۔

العزیز، المستفیض، المنکر پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہیں۔

الصحابی:۔ الذین ادرکوا صحبة النبی ﷺ مع الایمان ومات علیه

اس کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو اور اسلام قبول کیا ہو اور اسی ایمان کی حالت میں اسکا انتقال ہوا ہو۔

التابعی:۔ اسکو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی کی زیارت کی ہو اور اسلام قبول کیا ہو اور دین اسلام پر اسکا انتقال ہوا ہو۔

المخضرمون:۔ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کا پایا ہو لیکن نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہ کی ہو۔ تاہم ابن عبداللہ نے ان کو صحابی شمار کیا ہے۔

الاثر:۔

لغۃ:۔ اثر کا لغوی معنی ہے کسی شے کا بقیہ۔

اصطلاحاً:۔ وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت صحابہ کرام اور تابعین کی طرف ہو۔

المتن:۔

لغۃ:۔ سخت اور بلند زمین کو کہتے ہیں

اصطلاحاً:۔ سند کے بعد شروع ہونے والے کلام کو متن کہتے ہیں۔

الوصیۃ:۔ کسی شیخ نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ میری کتاب فلاں کو دے دینا۔

اوثق الناس:۔ یہ ہے کہ نقادفن کسی راوی کے بارے میں اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کریں یعنی کسی راوی کی ثقاہت کو بیان

کرنے کیلئے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کریں۔

الشاذ:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

حل پرچہ اصول حدیث 2008ء

سوال نمبر 1:۔ (الف) پرچہ 2007 میں حل ہو چکی ہے۔

(ب) جرح وتعدیل کا ضابطہ:۔

جرح کا ضابطہ:۔ جو جرح کر رہا ہے وہ جرح کے لائق بھی ہو اور وہ جرح کسی ذاتی مفاد وغیرہ کی وجہ سے نہ کر رہا ہو اور جرح کرنے کا سبب بھی بتائے۔

تعدیل کا ضابطہ:۔ جو تعدیل کرنے والا ہے وہ تعدیل کے لائق بھی ہو اور وہ تعدیل کسی ذاتی مفاد کی وجہ سے نہ کر رہا ہو اور تعدیل کا سبب بتانا ضروری نہیں۔

الفاظ جرح:۔ (۱) لیس بذاک (۲) منکر الحدیث (۳) دجال (۴) کذاب (۵) لیس بثقہ

الفاظ تعدیل:۔ (۱) ثقہ (۲) عدول (۳) صدوق

سوال نمبر 2:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 3:۔ (الف) حدیث معنعن کی تعریف پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

حدیث معنعن کے قبول ورد ہونیکی صورتیں:۔

حدیث معنعن کی شرائط قبولیت میں اختلاف ہے۔ امام بخاری، علی بن مدینی اور جمہور کا قول یہ ہے کہ راویوں کی ملاقات ضروری ہے اگرچہ ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو جبکہ امام مسلم بالفعل ملاقات کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ امکان ملاقات کو ہی قبولیت حدیث کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ (تفہیم البخاری ۱/۱۰)

مردود ومتروک میں فرق:۔ مردود اور متروک میں فرق یہ ہے کہ مردود میں سقم عام ہوتا ہے اس کے ساتھ حدیث کے

اندر عیب راوی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور اسکے علاوہ سے بھی ہوتا ہے۔

جبکہ متروک میں سقم صرف راوی کیوجہ سے ہوتا ہے اس کے علاوہ نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 4:۔ تدلیس کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکا ہے۔

مدلس کی قبولیت اور عدم قبولیت میں اختلاف:۔ بعض کے نزدیک یہ مردود حدیث ہے اور اس کو قبول نہیں کیا جائیگا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اسکی مرویہ میں سماع کی وضاحت نہ ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر ایسے الفاظ سے روایت کرے جن میں سماع کی طرف اشارہ ہو مثلاً سمعت، اخبرنی، تو وہ قابل قبول ہوگی۔

سوال نمبر 5:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکا ہے۔

سوال نمبر 6:۔ مرفوع صریحا کی تعریف:۔ یعنی وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت ظاہراً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی گئی ہو۔

مرفوع حکماً کی تعریف:۔ وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت ظاہراً اصحابہ کرام کی طرف کی گئی ہو لیکن حقیقتاً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہو۔

(ii) فرد مطلق کی تعریف:۔ وہ روایت جس کی سند کے شروع میں راوی اکیلا ہو جائے۔

فرد نسبی کی تعریف:۔ وہ روایت جس کی سند کے درمیان میں یا آخر میں کوئی راوی اکیلا ہو جائے۔

(ب) المتفق والمفترق:۔ وہ دو راوی جن کا نام مع ولدیت ایک ہو لکھنے میں اور پڑھنے میں لیکن شخصیتیں مختلف ہوں تو نام ایک ہونے کی وجہ سے متفق اور ذات مختلف ہونے کی وجہ سے مفترق کہلاتے ہیں۔

المؤتلف والمختلف:۔ وہ دو راوی جن کا نام لکھنے میں ایک جیسا ہو لیکن پڑھنے میں مختلف ہو تو نام کے ایک ہونے کی وجہ سے مؤتلف اور پڑھنے میں مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف کہلاتے ہیں۔

السابق واللاحق:۔ وہ دو راوی جو ایک شیخ سے روایت کرتے ہوں ان میں سے ایک پہلے فوت ہو جائے پھر دوسرا فوت ہو جائے تو پہلے کو سابق اور جو بعد میں فوت ہوا اسکو لاحق کہتے ہیں۔

(ج) مدرج الاسناد:۔ وہ حدیث جس کی سند کے سیاق و سباق کو تبدیل کر دیا گیا ہو۔

العلو المطلق:۔ راوی سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کی تعداد کم ہو۔

العلو النسبی:۔ راوی سے لیکر امام فن حدیث تک وسائط کی تعداد کم ہو امام کے بعد چاہے زیادہ ہو جائے۔

المصافحہ:۔ مثلاً زید اور کسی مصنف کا شاگرد وسائط کی تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر ہو جائیں تو گویا زید نے مصنف سے مصافحہ کرلیا۔

النزول:۔ دو سندوں میں سے جس سند میں وسائط کی تعداد زیادہ ہو اس کو نزول کہتے ہیں۔

المقلوب:۔ وہ حدیث جس کی سند یا متن میں تغیر و تبدل ہو یا تقدیم و تاخیر ہو۔

الموافقہ:۔ کوئی راوی مصنف کتاب کی سند کے علاوہ کوئی اور سند سے اس کے شیخ سے روایت کرے اور جس سند سے روایت کی جائے اسکے وسائط کی تعداد کم ہو۔

المساواۃ:۔ مثلاً زید اور کسی مصنف کا شاگرد وسائط کی تعداد میں برابر ہوں۔

(د)

نخبۃ الفکر کے مصنف کا نام:۔ شہاب الملۃ والدین احمد بن علی المشہور ابن حجر العسقلانی

سن ولادت:۔ 773ھ میں پیدا ہوئے۔

سن وفات:۔ 852ھ میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حل پرچہ اصول حدیث 2009ء

سوال نمبر 1:۔

علم حدیث کی تعریف:۔ ھو علم باصول وقواعد یعرف بھا احوال السند والمتن من حیث القبول والرد

موضوع:۔ السند والمتن من حيث القبول والرد

غرض:۔ تمييز الصحيح من السقيم من الاحاديث

(ب) پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

سوال نمبر 2,3:۔ پرچہ 2007 میں حل ہو چکے ہیں۔

سوال نمبر 4:۔ جز ا،۲ دونوں حل ہو چکی ہیں۔

(۳) مراتب صحت کے اعتبار سے اقسام:۔

مراتب صحت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) صحیح (۲) حسن

پھر ان دونوں کی چار قسمیں ہیں: (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ۔

صحیح لذاتہ:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

حسن لذاتہ:۔ پرچہ 2006 میں حل ہو چکی ہے۔

صحیح لغیرہ:۔ وہ حدیث جو در اصل حسن لذاتہ مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سے راوی کے حفظ میں جو کمی تھی اسکی تلافی ہو گئی ہو یعنی حدیث حسن لذاتہ ہی صحیح لغیرہ بن جاتی ہے جبکہ تعدد طرق سے ضبط کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

حسن لغیرہ:۔ وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں ثقاہت کی تمام صفات یا بعض صفات نہ پائی جاتی ہوں مگر تعدد طرق سے نقصان کی تلافی ہو گئی ہو مثلاً کسی حدیث کا راوی مستور الحال ہو یا ضعف حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہو مگر تعدد طرق کی وجہ سے قبولیت راجح ہو گئی ہو تو اسکو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

تدلیس اور اقسام علو:۔ یہ جزء گزشتہ پرچوں میں حل ہو چکی ہے۔

مراتب جرح:۔ مراتب جرح تین ہیں۔

(۱) اعلیٰ جرح:۔ اعلیٰ مرتبہ کی جرح یہ ہے کہ حفاظ حدیث کسی شخص کے بارے میں اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کریں جیسے اکذب الناس۔

(۲) متوسط جرح:۔ متوسط مرتبے کی جرح یہ ہے کہ کوئی محدث کسی شخص کے بارے میں کذاب یا دجال کا لفظ استعمال کرے۔

(۳) معمولی جرح:۔ معمولی مرتبے کی جرح یہ ہے کہ ماہرین فن حدیث کسی شخص کے بارے میں یہ کہیں کہ اس کی یاد داشت خراب ہے یا اس کا حافظہ کمزور ہے۔

مراتب تعدیل:۔

اعلیٰ تعدیل:۔ یہ ہے کہ ماہرین فن حدیث کسی شخص کے بارے میں اس کی ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے اوثق الناس کا لفظ استعمال کریں۔

متوسط تعدیل:۔ یہ ہے کہ ایک صفت یا دو صفتوں سے مؤکد ہو جیسے فلاں ثقہ ثقہ، فلاں ثبت ثبت۔

معمولی تعدیل:۔ یہ ہے کہ اس سے راوی کا جرح کے ادنیٰ مرتبہ سے قریب ہونا معلوم ہوتا ہو۔ جیسے فلان شیخ یا یعتبر بہ۔

سوال نمبر 5:۔

مشہور، مقبول، شاذ، مخضرم، مقلوب، مصافحہ، نزول، مقلوب ان سب کی تعریفات ہو چکی ہیں۔

منقطع:۔

لغۃً:۔ انقطع فعل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے معنی ہے کاٹا ہوا۔

اصطلاحاً:۔ وہ حدیث جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں۔

مدبج المعاصر:۔ وہ دو ہم زمان راوی جو عن عن سے روایت کرتے ہیں۔

وجادت:۔ یہ ہے کہ کسی محدث کی جمع کردہ کتاب اسی کے قلم سے لکھی ہوئی مل جائے یا کوئی حدیث کسی محدث کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے اور تحقیق ہو جائے کہ یہ کتاب یا یہ حدیث فلاں محدث کی لکھی ہوئی ہے تو وہ وجدت بخط فلاں کہہ کر اس محدث کی سند سے اسکو روایت کرنا جائز ہے۔ ائمہ اصول حدیث اسے ہی وجادت کہتے ہیں۔

حدیث غریب کی اقسام:۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی۔

فرد مطلق:۔ وہ ہے جس کی سند کے شروع میں طبقہ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرے جیسے حدیث الولاء لحمة کلحمة النسب ، لایباع ، ولایوهب، ولایورث

فرد نسبی:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو البتہ وسط سند میں یا آخر سند میں غرابت ہو۔

حل پرچہ اصول حدیث 2010

سوال نمبر 2:۔ عبارت کا ترجمہ:۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث صحیح کیلئے عزیز ہونا ضروری نہیں یعنی اس کیلئے دو اسناد جیسا کہ عزیز میں ہوتے ہیں لازم نہیں۔ کیونکہ صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں بہت سی احادیث موجود ہیں جو کہ عزیز نہیں بلکہ غریب ہیں۔

عبارت کی مزید تشریح:۔

عبارت مذکورہ کا تعلق حدیث صحیح کی شرائط سے ہے اور ان لوگوں کی تردید کی جارہی ہے جو ایسی شرائط کے قائل ہیں جنہیں دیگر ائمہ حدیث پسند نہیں فرماتے۔

دیگر تمام جزئیات کا حل گزشتہ پرچہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

حل پرچہ اصول حدیث 2011ء

سوال نمبر 1:۔ (الف)

خبر کی تعریف:۔ صاحب کتاب نے خبر کی دو تعریفیں کی ہیں:

(۱) خبر اور حدیث میں ترادف پایا جاتا ہے گویا حدیث کی تعریف بعینہٖ خبر کی تعریف ہے۔

(۲) غیر نبی کے اقوال و افعال کو خبر کہا جاتا ہے اسی لیے اقوال و افعال نبی بیان کرنے والے کو محدث اور غیر نبی کے اقوال و افعال بیان کرنے والے کو مؤرخ کہا جاتا ہے۔

نسبت کی وضاحت:۔ قولِ اوّل کے پیش نظر نسبت تساوی اور قولِ ثانی کی صورت میں تباین اور قول ثالث (جسے کلمہ تمریض

سے ذکر کیا ہے) کے مطابق عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔

خبر کہا ہے حدیث نہیں کہا: قول ثالث کے مطابق خبر عام اور حدیث خاص ہے۔ اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے اور خبر کے عموم و شمول کو مد نظر رکھتے ہوئے متن میں لفظ خبر ذکر کیا ہے۔

(ج) متواتر کی تعریف مشہور کے علاوہ سات اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) چانکہ گواہان زنا چار ہوتے ہیں اس لیے یہاں بھی چار افراد درکار ہونگے۔

(۲) لعان کے اثبات کیلئے پانچ قسمیں اٹھائی جاتی ہیں اس لیے اثبات تواتر کیلئے پانچ افراد کی تعداد کافی ہے۔

(۳) انفاق فی سبیل اللہ کے اجر کو قرآن حکیم نے سبع سنابل یعنی سات بالیوں سے تشبیہ دی ہے یونہی ارشاد نبوی میں بھی کتے کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تواتر حدیث کیلئے ہر مرحلے پر سات اشخاص کفایت کریں گے۔

(۴) جمع قلت کا اطلاق دس پر ہوتا ہے نیز متمتع کیلئے قربانی کی عدم موجودگی میں دس (۱۰) روزے بطور کفارہ رکھنے لازم ہیں تو گویا دس کا عدد تواتر کیلئے بھی کافی ہے۔

(۵) جناب کلیم علیہ السلام کی قوم پر بارہ نقیب مقرر کیے گئے تھے جو پوری قوم کے ترجمان تھے اس سے معلوم ہوا کہ بارہ افراد پوری قوم کی ترجمانی کی صلاحیت رکھتے ہیں حدیث متواتر کیلئے یہی تعداد کافی ہے۔

(۶) جناب کلیم علیہ السلام کو ہمکلامی سے نوازنے کیلئے چالیس روزے رکھوائے علاوہ ازیں بطن مادر میں مختلف مراتب کا دورانیہ چالیس دن ہے اندریں صورت چالیس اشخاص کا اجتماع و اتفاق تواتر حدیث کیلئے نمایاں کردار ادا کریگا۔

(۷) بعض حضرات نے ستر اشخاص کی روایت کو لازم قرار دیا کیونکہ جناب کلیم علیہ السلام کوہ طور پر بنی اسرائیل کے ستر اشخاص کو لیکر گئے تھے

سوال نمبر 3:۔ عبارت مذکورہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

خبر واحد کا ناقل (راوی) صاحب عدل ہو اور ضبط تام رکھتا ہو نیز سند متصل ہو معلل اور شاذ نہ ہو تو وہ خبر واحد صحیح لذاتہ کہلائے گی۔

اعراب:۔ وَخَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلِ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَاشَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ

سوال نمبر 4:۔ (الف) روایت بالمعنیٰ کی تعریف:۔ معانی احادیث کو نئے الفاظ سے ادا کرنا، یا معانی حدیث کو نئے

الفاظ کا جامہ پہنانا۔

ہمارا دین عالمگیر اور آفاقی ہے یہ کسی ایک زبان، قوم اور علاقہ سے مختص نہیں اس کی ترجمانی کیلئے ہر زبان کارآمد اور بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ گویا اس کے فرمودات کو کائنات کی ہر زبان میں بیان کرنا بالکل صحیح اور قابل عمل ہے۔ دین متین کے اسی طرۂ امتیاز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرتے ہوئے فرمایا: "بلغوا عنی ولیبلغ الشاھد منکم الغائب" تبلیغ دین کا بہترین طریقہ مخاطب کی زبان میں گفتگو کرنا ہے مخاطبین کے مختلف اللسان ہونے کے باعث مختلف لغات میں مفہوم قرآن وحدیث بیان کرنا صحیح ہوگا یہی وجہ ہے کہ علمائے اصول اور ائمہ اربعہ روایت بالمعنی پر متفق ہیں اعاجم کی زبانوں میں روایت کا صحیح قرار پانا عربی میں روایت بالمعنی بطریقہ اولیٰ صحیح ہونے کی بین دلیل ہے۔ جواز کے باوجود بعینہ الفاظ حدیث کا ذکر کرنا اولیٰ اور بہتر ہے اگرچہ اکثریت جواز کی قائل ہے تاہم محدث شہیر علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ اختلاط والتباس سے بچنے اور تحریف کے سد باب کیلئے روایت بالمعنی کو ناجائز گردانتے ہیں۔

(ب) موضوع حدیث کی تعریف:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز ارشاد نہیں فرمائی اسے جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا۔

اسباب وضع پانچ ہیں جوکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) زندیق ہونا (۲) غلبۂ جہالت (۳) مذہبی عصبیت میں انتہا پسندی (۴) امراء وقت کی خواہشات کی اتباع

(۵) حصول شہرت۔

معرفت وضع کے طریقے یعنی ایسے اسباب کے معرفت حاصل کرنا جس سے حدیث موضوع کو حدیث صحیح سے بآسانی علیحدہ کیا جاسکے۔

(۱) الملکۃ القویۃ (۲) واضع کا اقرار کرنا (۳) راوی کے انداز اندگی کی دلالت مثلاً امراء، حکماء اور خلفاء کا قرب (۴) کیفیت مرویہ۔ یعنی مرویہ کا نص قرآن، سنت متواترہ، اجماع اور عقل کے بالکل مخالف ہونا۔

حل پرچہ فقہ واصول فقہ 2006ء

سوال نمبر 1:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ کسی شخص نے اپنے آپ کو زخمی کر ڈالا بعد ازاں کسی اجنبی شخص نے بھی زخمی کر دیا مزید برآں یہ کہ شیر نے بھی زخمی کر دیا اور پھر سانپ نے ڈس لیا وہ مر گیا اجنبی شخص کو تہائی دیت ادا کرنا ہوگی۔

مذکورہ حکم کی علت فقہی:۔ قتل کے اسباب میں تین گروہ ہیں:

(۱) وہ شخص خود۔

(۲) شیر اور سانپ۔

(۳) اجنبی مرد۔

پہلا گروہ وہ خود ہے کہ جس نے اپنے آپ کو زخمی کیا اس کا کوئی اعتبار نہیں دوسرا گروہ شیر اور سانپ وہ مکلف ہی نہیں باقی رہا وہ اجنبی اس پر اسکے فعل کی وجہ سے ثلث دیت لازم ہوگی۔

(ب) قتل کی اقسام:۔ قتل کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد:۔ ایسے آلہ سے قتل کرنا جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہو جیسے بندوق سے قتل کرنا یا خنجر وغیرہ سے قتل کرنا۔ اس صورت میں قصاص لازم ہے۔

(۲) قتل مشابہ بالعمد:۔ ایسے آلہ سے قتل کرنا جس سے عموماً قتل نہیں کیا جاتا جیسے لکڑی وغیرہ سے قتل کرنا۔ اس صورت میں دیت اور کفارہ لازم ہے۔

(۳) قتل خطاء:۔ کسی شکار کو مار رہا تھا کہ کسی شخص کو جالگا جس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ اس صورت میں کفارہ اور دیت لازم ہے۔

(۴) قائم مقام خطاء:۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک موٹا شخص سویا ہوا تھا اس کے ساتھ دوسرا کمزور آدمی سویا ہوا تھا نیند کی حالت میں وہ موٹا بھاری آدمی اس کمزور پر چڑھ گیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ اس صورت میں کفارہ اور دیت لازم ہے۔

(۵) قتل بالسبب:۔ ایک آدمی نے کنواں کھدوایا تو کھودنے والوں میں سے ایک مزدور اس میں ڈوب کر یا مٹی کے نیچے دب کر مر گیا۔ اس صورت میں صرف دیت ہے کفارہ نہیں۔

(ج) ذمی کو قتل کرنے کی صورت میں قصاص لازم ہے یا نہیں؟

ذمی کو قتل کرنے کی صورت میں احناف کے نزدیک قصاص لازم ہے اور شوافع کے نزدیک قصاص لازم نہیں۔

سوال نمبر 2:۔ ایام نحر:۔ تین ہیں۔ دس (۱۰) گیارہ (۱۱) اور بارہ (۱۲) ذی الحجہ

ایام تشریق: بھی تین ہیں۔ گیارہ (۱۱) بارہ (۱۲) اور تیرہ (۱۳)

(ب) جانور کو ذبح کرنے کا وقت:۔

شہریوں کیلئے جہاں نماز عید ہوتی ہے وہاں نماز عید کے بعد قربانی کی جائے گی اور دیہاتیوں کے ہاں جہاں نماز عید نہیں ہوتی وہاں طلوع فجر سے قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

جانور کی بینائی کس حد تک کمزور ہو تو قربانی جائز ہے؟

آدھی سے کم کمزور ہو تو قربانی جائز ہے اور اگر آدھی ہو یا آدھی سے زیادہ ہو تو قربانی جائز نہیں۔

اسکے معلوم کرنے کا طریقہ:۔ بینائی کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور جس کی آنکھ خراب ہے اسکی خراب آنکھ پر پٹی باندھی جائے اور اس جانور کو دو دن یا اس سے کم تک چارہ وغیرہ نہ ڈالا جائے پھر گھاس کو دور سے اسکے قریب کیا جائے جہاں سے وہ گھاس کو دیکھ لے اور اس کے طرف لپکے وہاں پر نشان لگا لیا جائے۔ بعد ازاں اسکی صحیح آنکھ کو باندھا جائے پھر دور سے گھاس کو قریب کیا جائے جہاں سے وہ دیکھے وہاں پر نشان لگا لیا جائے پھر پہلے والے نشان اور اس نشان کو ناپا جائے اگر آدھی ہے تو اس سے معلوم ہوگا کہ اس کی آدھی بینائی کمزور ہے اور اگر تھوڑی ہے یعنی تہائی تو پتہ چل جائے گا کہ اس کی تہائی بینائی کمزور ہے۔

وصیت کی شرعی حیثیت:۔ امام شافعی کے نزدیک وصیت واجب ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب:۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وصیت مستحب ہے آپ فرماتے ہیں کہ آیت وراثت کے نازل ہونے سے پہلے وصیت فرض تھی بعد میں اس کی فرضیت ختم ہو گئی صرف استحباب باقی رہ گیا۔

(ب) زائد از ثلث مال کی وصیت کے مقبول و مردود ہونے کی صورتیں:۔

جناب سعد بن ابی وقاص سے متعلقہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق زائد از ثلث مال کی وصیت ممنوع ہے اگر کسی نے ایسا کیا

تو تمام کے تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں اور انہوں نے وصیت کنندہ کی وفات کے بعد وصیت کو صحیح قرار دیا تو زائد از ثلث مال کی وصیت صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ وصیت کنندہ کی زندگی میں ورثاء کا وصیت کو تسلیم کرنا صحیح نہیں کیونکہ ابھی تو ان کو ملکیت حاصل ہی نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ موصی کی زندگی میں کیے جانے والے اقرار کو ورثاء رد کر سکتے ہیں۔

(ج) مسلم اور غیر مسلم کی ایک دوسرے کے بارے وصیت کا حکم:۔

مسلم اور غیر مسلم کا ایک دوسرے کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں۔

اصول فقہ

ابتناء حسی کی تعریف:۔ ایک چیز کی دوسری چیز پر بنیاد ہو اور وہ چیز نظر بھی آئے۔

ابتناء عقلی کی تعریف:۔ حکم کا دلیل پر مرتب ہونا

نیز اصل کی تعریف میں ابتناء عقلی مراد لیا گیا ہے۔

اطراد کی تعریف:۔ تعریف کا جامع ہونا جہاں معرَّف سچا ہوگا وہاں تعریف بھی سچی ہوگی۔

علت فاعلی:۔ کام کرنے والا، مثال کے طور پر چارپائی بنانے والا کاریگر۔

علت غائیہ:۔ جس مقصد کیلئے شے بنائی جارہی ہے۔

علت صوریہ:۔ یعنی اس چارپائی کی صورت و شکل۔

علت مادی:۔ جس اشیاء سے چیز کو بنایا جارہا ہے مثلاً چارپائی کے چار پائے وغیرہ۔

شرط:۔ کام کرنے کے آلات جیسے وہولی وغیرہ۔

محصول میں مذکورہ تعریف کے مطرد نہ ہونیکی وجہ:۔

محصول میں مذکورہ تعریف کے مطرد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسکا اطلاق علت صوری، علت فاعلی، علت غائی اور شرط پر نہیں ہوتا حالانکہ انکی طرف محتاج ہے۔ اور یہ سب محتاج الیہ ہیں۔

سوال نمبر 5:۔ اصول فقہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وحی ہوگی یا غیر وحی ہوگی اگر وحی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ متلو ہوگی یا

غیر متلو ہوگی اگر متلو ہے تو کتاب اللہ اور اگر غیر متلو ہے تو سنت رسول اور اگر غیر وحی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس میں اکابرین امت کا اتفاق ہوگا یا نہیں اگر اتفاق ہوگا تو اجماع امت اور اگر اتفاق نہیں ہوگا تو قیاس۔

اعتراض کا جواب:۔ سابقہ انبیاء کی شرائع کتاب اللہ میں آگئی ہیں تعامل الناس اجماع امت میں آگیا قول صحابی دو حال سے خالی نہیں کہ اس میں ثبوت کا امکان ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو اجماع امت اور اگر ہوگا تو قیاس۔

(ب) کتاب، سنت اور اجماع سے قیاس مستنبط کی امثلہ:

کتاب اللہ سے قیاس مستنبط کی مثال:۔ اپنی زوجہ سے لواطت کی حرمت کو حالت حیض کی وطی پر قیاس کیا گیا ہے چونکہ حالت حیض میں وطی حرام ہے لہٰذا اپنی زوجہ سے لواطت بھی حرام ہوگی۔ دونوں میں علت مشترکہ غلاظت ہے۔

سنت سے قیاس مستنبط کی مثال:۔ فرمان نبوی ﷺ الحنطة بالحنطة الخ پر قیاس کرتے ہوئے جص (چونا) میں زیادتی کی حرمت کو ثابت کرنا۔

اجماع امت سے قیاس مستنبط کی مثال:۔ مزنیہ کی ماں کی حرمت کو جاریہ موطوہ کی ماں کی حرمت پر قیاس کرنا۔ یعنی مولیٰ اگر اپنی غلامہ سے وطی کرے گا تو اس غلامہ کی ماں مولیٰ پر حرام ہوگی یونہی زانی پر اپنی مزنیہ کی والدہ حرام ہوگی۔

سوال نمبر 6:۔ خاص کی تعریف:۔ خاص وہ لفظ ہے جو معنی معلوم اور مسمی معلوم کیلئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو۔

خاص کی اقسام:

خاص فردی:۔ وہ لفظ ہے جو ایک شخص کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے زید

خاص نوعی:۔ هو كلي مقول على كثيرين متفقين بالاغراض

خاص جنسی:۔ هو كلي مقول على كثيرين مختلفين بالاغراض

حل پرچہ فقہ واصول فقہ 2007ء

سوال نمبر 1:۔

ترجمۂ عبارت:۔ قربانی واجب ہے ہر آزاد، مسلمان، مقیم، مالدار پر قربانی کے دن اسکی اپنی طرف سے اور اسکی چھوٹی اولاد کی طرف سے۔

قربانی کرنا واجب ہے یا سنت؟

امام شافعی کا مذہب:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قربانی کرنا سنت ہے۔

دلیل:۔ آپکی دلیل یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو قربانی کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ بال نہ کٹوائے اور ناخن بھی نہ کاٹے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر قربانی کرنے کو ارادہ کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ارادہ وجوب کے منافی ہے جس سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب:۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کرنا واجب ہے۔

دلیل (۱) آپکی دلیل قرآن مجید کی آیت کریمہ ﴿ فصل لربک وانحر ﴾ ہے اس آیت کریمہ میں امر ہے اور امر وجوب کا تقاضہ کرتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

دلیل (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو صاحب استطاعت ہو وہ قربانی نہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے ایسی وعید صرف واجب کے ترک پر ہی ہوتی ہے سنت کے ترک پر نہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

(ب) قربانی واجب ہونے کا نصاب:۔

قربانی کے واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو زکوٰۃ کا نصاب ہے لیکن نصاب زکوٰۃ پر سال گزرنا شرط ہے جبکہ قربانی کے واجب ہونے کیلئے حولان حول شرط نہیں ہے۔

(ج) غیر مقلدین کا چوتھے دن میں قربانی کرنے کا رد:۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ چوتھے دن قربانی کرنا جائز نہیں۔

دلیل:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں ان میں سے افضل دن پہلا دن ہے اس سے

ثابت ہو رہا ہے کہ قربانی صرف تین دنوں میں جائز ہے اس سے زیادہ میں جائز نہیں۔

سوال نمبر 2:۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ چاندی اور سونے کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں۔

دلیل نقلی (۱):۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھائے خدا کرے کہ اس کے پیٹ میں آگ ہو۔

دلیل نقلی (۲):۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سونے کے برتن میں کھانا پیش کیا گیا آپ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس میں کھانے سے منع فرمایا ہے۔

دلیل عقلی:۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال میں لا کر تفاخر کا اظہار مطلوب ہوتا ہے اسی لیے کفار ان کے استعمال پر نہ صرف نازاں تھے بلکہ اس تعیش پر فخر کرتے تھکتے ہی نہیں تھے۔ اہل ایمان کیلئے کفار کی اتباع اور فخر سے بچنا ضروری ہے لہٰذا ان برتنوں کے استعمال سے محفوظ رہنا بھی ضروری ہے۔

شیشے کے برتن میں کھانا پینا:۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک شیشے کے برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے وجہ یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ شیشے کے برتن استعمال کرنے میں بھی تفاخر ہے اور تفاخر کی وجہ سے ان کے اندر بھی کراہت پائی جائے گی۔

احناف کا جواب:۔ امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کفار صرف سونے اور چاندی کے برتنوں میں فخر کرتے تھے ان کے علاوہ میں نہیں ہاں اگر ان کے استعمال کرنے سے تفاخر ہوتا ہے تو ان کا استعمال کرنا بھی مکروہ ہوگا۔

(ج) تانا اور بانا سے مراد:۔ تانا سے مراد کپڑے کا لمبا حصہ اور بانا سے مراد کپڑے کا چوڑا حصہ ہے اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت کا تو کپڑا پہننا جائز ہے اور اس کے برعکس ناجائز ہے۔

سوال نمبر 3:۔ چار چیزیں جو پینے والی ہیں اور حرام ہیں:

(۱) **خمر:۔** کچے انگور کا وہ پانی جسے اتنا پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے اور جھاگ آ جائے۔

(۲) **عصیر:۔** انگور کا وہ پانی جسے اتنا پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے اور مسکر بن جائے۔

(۳) **نقیع التمر:۔** کشمش اور کھجور کو ملا کر اتنا پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔

(۴) **نقیع الزبیب:۔** خشک انگور کے پانی کو اتنا پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے اور نشہ آور بن جائے۔

اصول فقہ

اصل کا لغوی معنی:۔

اصطلاحی معنی:۔ ما یبتنی علیہ غیرہ جس پر غیر کی بنیاد رکھی جائے۔

خط کشیدہ عبارت کی وضاحت:۔

مذکورہ بالا عبارت میں قیاس کی حیثیت بیان کی جارہی ہے کہ قیاس دیگر اصول ثلاثہ کی فرع ہے پہلے تینوں اصول مطلق اصول بنتے ہیں اور حکم کو ثابت کرتے ہیں جبکہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے نیز قیاس ثبوت حکم کے اعتبار سے اصل ہے تاہم اس کی علت اصول ثلثہ سے ثابت ہوتی ہے اس لیے یہ اصول ثلثہ کی بھی فرع ہے۔

(ج) یہ سابقہ پرچہ میں حل ہو چکی ہے۔

سوال نمبر 5:۔ توضیح متن ہے یا شرح اور تنقیح کیا ہے؟ اور ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی:۔

اصل متن تنقیح ہے اس کی شرح توضیح کہلاتی ہے اکے مصنف کا اسم گرامی شمس العلماء علامہ عبید اللہ بن مسعود ہے جبکہ توضیح کی شرح تلویح ہے اس کا شمار علامۃ الدہر سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی کے نوک قلم سے نکلنے والے مرصع رشحات میں ہوتا ہے۔

(ب) امام اعظم علیہ الرحمہ نے فقہ کی جو تعریف فرمائی:

تعریف:۔ معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا اس تعریف کو امام اعظم علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔

تشریح:۔ اسکی تین صورتیں ہیں

(۱) اس کی تعریف کے اندر ما لہا وما علیہا میں ما لہا سے مراد وہ چیز ہے جو نفس کیلئے آخرت میں نفع بخش ہے اور ما علیہا سے

مراد وہ چیز ہے جو نفس کیلئے آخرت میں نقصان دہ ہے۔

(۲) دوسری صورت مالہا سے مراد وہ چیز جو نفس کیلئے جائز ہے اور ماعلیہا سے مراد وہ چیز جو نفس کیلئے ناجائز ہے۔

(۳) تیسری صورت مالہا سے مراد وہ چیز جو نفس کیلئے واجب ہے اور ماعلیہا سے مراد وہ چیز جو نفس کیلئے حرام ہے۔

حل پرچہ فقہ و اصول فقہ 2008ء

سوال نمبر 1:۔

طلب مواثبت:۔ یہ ہے کہ جب شفیع کو پتہ چلا کہ فلاں مکان کی خرید و فروخت ہو رہی ہے تو اس نے اسی مجلس میں یہ اقرار کیا کہ میں فلاں مکان کا شفیع ہوں یا میں شفعہ کو طلب کرنے والا ہوں۔

طلب الشہادۃ:۔ یہ ہے کہ کسی شخص کو پتہ چلا کہ فلاں جگہ کی خرید و فروخت ہو رہی ہے تو اس نے بائع، مشتری اور مبیع کے سامنے یہ کہا کہ میں مکان کا شفیع ہوں اور تم اس کے گواہ بن جاؤ تو اس صورت میں اس کو شفع کا حق حاصل ہو جائے گا۔

(ج) اگر بائع اور مشتری زمین کا اقالہ کریں تو پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل ہو جائیگا۔

(ب) حق شفعہ کے اسباب ثلثہ:

شریک فی نفس المبیع:۔ شریک فی نفس المبیع یہ ہے کہ دو آدمی کسی چیز میں شریک ہوں تو سب سے پہلے شفعہ کا حق اسی شریک کو حاصل ہوگا۔

حق المبیع:۔ یعنی وہ شخص کسی چیز میں شریک نہ ہوں لیکن ان دونوں کے گھر کا راستہ ایک ہو تو دوسرے غیر پر شفعہ کا حق اسے حاصل ہوگا۔

جار:۔ یہ ہے کہ دونوں کا راستہ ایک نہ ہو لیکن ایک دوسرے کے مکانوں کی پشتیں ملتی ہوں مگر خیار رویت کی بناء پر مشتری نے زمین واپس کر دی تو پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

سوال نمبر 2:۔ آزاد مرد و عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنے کا حکم:۔

آزاد مرد و عورت اگر ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو دیکھ سکتے ہیں اگرچہ شہوت کا خوف بھی ہو اور

ڈاکٹرز علاج معالجہ کیلئے بیماری والے اعضاء کو دیکھ سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ جنس جنس کا علاج کرے یعنی عورت کو سکھایا جائے کہ وہ عورتوں کا علاج کرے بلا ضرورت و بلا وجہ ہاتھ پاؤں اور چہرے کو دیکھنا جائز ہے اگر چہرہ کو دیکھ کر شہوت کا خوف ہو تو چہرہ دیکھنا بھی جائز نہیں۔

غلام کے بارے حکم:۔ غلام اپنی سیدہ کے ان اعضاء کو دیکھ سکتا ہے جسے اجنبی مرد دیکھ سکتا ہے ان کے علاوہ وہ بھی کسی عضو کو نہیں دیکھ سکتا۔

(ب) محرم خواتین کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے:

ہاتھ، پاؤں، چہرہ، پنڈلیاں، سینہ ان اعضاء کو دیکھ سکتا ہے۔

محرم کی تعریف:۔ محرم اس مرد کو کہا جاتا ہے جس سے عورت کا نکاح حرام ہو۔

(د) میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

میاں بیوی ایک دوسرے کو بے حجاب دیکھ سکتے ہیں۔

سوال نمبر 3:۔ عبارت کا ترجمہ:۔ جو شخص اپنے باپ پر قصاص کا وارث ہوا تو وہ قصاص حرمت ابوۃ کی وجہ سے ساقط ہو جائیگا۔

(ب) قتل عمد کے باوجود قاتل سے قصاص نہ لینے کا حکم اسکی دو مثالیں:

(۱) اگر باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔

(۲) اگر غلام کو اس کے آقا نے قتل کیا تو آقا سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔

(ج) اس جز کا جواب 2006 کے پرچہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(د) ایک جماعت اگر فرد واحد کو قتل کرے تو سب سے قصاص لیا جائیگا۔

اصول فقہ

سوالنمبر 3:۔

اصول فقہ کی تعریف اضافی:۔ تعریف اضافی یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی الگ الگ تعریف کی جائے۔

تعریف لقبی:۔ تعریف لقبی یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں کو علم سمجھتے ہوئے ایک ہی تعریف کی جائے۔

افعال مکلف حکم شرعی کے اعتبار سے بارہ قسم:۔ حکم شرعی کا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہوں تو مباح اگر کرنا ضروری اور ترک کرنا منع ہو تو واجب اگر کرنا اولی اور ترک منع نہ ہو تو مندوب اگر ترک کرنا اولی ہو اور کرنا منع ہو دلیل قطعی کے ساتھ تو حرام ہے اور اگر ترک اولی ہو اور کرنا منع ہو دلیل ظنی کے ساتھ تو مکروہ ہے۔

سوال نمبر 5:۔

قرآن کی اصطلاحی تعریف:۔ القرآن الکتاب المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ

(د) "فبای الآء ربکما تکذبان" سورۃ رحمٰن کی ایک آیت ہے یا متعدد آیات؟ اس بارے ائمہ کا مؤقف:

احناف کے نزدیک "فبای الآء ربکما تکذبان" متعدد آیتیں ہیں اگر کسی شخص نے نماز کے اندر انہیں بار بار پڑھا تو اسکی نماز ہو جائے گی شوافع کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ایک ہے متعدد نہیں۔

سوال نمبر 6:۔

مشترک کی تعریف:۔ اگر لفظ کثیر اوضاع کیساتھ کثیر کیلئے وضع کیا گیا ہو تو مشترک ہے جیسے لفظ عین اسکا معنی گھٹنا، چشمہ اور آنکھ ہے۔

عام کی تعریف:۔ فالعام لفظ وضع وضعا واحدا لکثیر غیر محصور مستغرق جمیع ما اصلح لہ

عام وہ لفظ ہے جو کہ ایک ہی وضع کے ساتھ اپنے تمام موضوع لہ کو شامل ہو اور غیر محصور ہو۔

عام کا حکم:۔ عند جمہور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعا ویقینا (تلویح ۱۰۲)

جمہور علماء کے نزدیک عام کا حکم اپنے تمام افراد پر یقینی اور قطعی ہوتا ہے۔

(ج) عبارت کا ترجمہ:۔ لفظ اگر متعدد وضع کے ساتھ کثیر کیلئے وضع کیا گیا ہو تو مشترک ہے اور اگر ایک وضع کے ساتھ کثیر کیلئے وضع کیا گیا ہو اور غیر محصور ہو تو عام ہے اور اگر وہ ان تمام افراد کو شامل ہو جن کی وہ صلاحیت رکھتا ہے اور محصور ہے تو اسے جمع منکر کہا جاتا ہے۔

عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کے اندر مشترک عام اور جمع منکر کی تعریفات کو ذکر کیا گیا ہے فرمایا اگر لفظ متعدد وضع کے ساتھ کثیر کیلئے وضع کیا گیا ہو تو مشترک کہلاتا ہے جیسے لفظ عین اور اگر کثیر کیلئے وضع کیا گیا ہو لیکن اوضاع متعدد نہیں بلکہ وضع واحد ہے اور غیر محصور ہے تو عام ہوگا اور اگر محصور ہے تو جمع منکر جیسے مائۃ یہ اگرچہ کثیرین پر دلالت کرتا ہے لیکن محصور ہونے کی وجہ سے عام نہیں کہلائیگا۔

حل پرچہ فقہ و اصول فقہ 2009ء

سوال نمبر 1:۔ عبارت کا ترجمہ:۔

ایام نحر اور ایام تشریق تین تین ہیں اور چار ان میں مشترک ہیں اول نحر ہے تشریق نہیں اور آخری تشریق ہے نحر نہیں اور درمیان والے نحر بھی ہیں اور تشریق بھی ہیں۔ ان دنوں قربانی کرنا قربانی کے برابر صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے اور صدقہ نفلی عبادت ہے۔

ایام نحر اور ایام تشریق میں ائمہ کا اختلاف:۔

امام شافعی کا مسلک:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ایام نحر چار ہیں: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳

دلیل:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام کے تمام ایام تشریق ایام نحر ہیں۔

امام اعظم کا مؤقف:۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کا مؤقف یہ ہے کہ ایام نحر تین ہیں: ۱۰، ۱۱، ۱۲

دلیل:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایام نحر تین ہیں ان میں سے افضل پہلا دن ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ ایام نحر تین دن ہیں۔

امام اعظم کے نزدیک ان دنوں کے درمیان نسبت:۔ امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ایام نحر اور ایام تشریق کے درمیان نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے۔

شوافع کے نزدیک:۔ شوافع کے نزدیک ان کے درمیان نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے۔

(ج) قربانی کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) غنی (۲) فقیر (۳) نذر ماننے والا۔

غنی پر قربانی پہلے سے واجب ہوتی ہے وہ جانور کو بیچ سکتا ہے اور نذر ماننے والا اور فقیر ان دونوں پر قربانی جانور خریدنے سے لازم ہو جاتی ہے یہ جانور کو بیچ نہیں سکتے۔ گویا غنی کی خریداری سے جانور معین نہیں ہوتا جبکہ فقیر اور نذر ماننے والے کی خریداری سے جانور معین ہو جاتا ہے اس لیے غنی بیچ کر تبدیل کر سکتا ہے فقیر اور نذر ماننے والا ایسا نہیں کر سکتا۔

(د) اگر کسی شخص نے جانور اپنے لیے خریدا اس میں اور حصے ڈالے جا سکتے ہیں۔

نیز غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ نفل ہے یہ کسی کو بھی دینا جائز ہے۔

سوال نمبر 2:۔

عبارت کا ترجمہ:۔ اور مکروہ ہے ذخیرہ اندوزی انسانوں اور جانوروں کی غذاؤں میں، جب یہ شہر میں ہو اور یہ ذخیرہ اندوزی شہریوں کو نقصان دیتی ہو اور اسی طرح راستوں میں ملاقات کرنا بہرحال جب شہریوں کو نقصان نہ دیتی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اصل اس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "تاجر جو حلال کمائے وہ دیا ہوا رزق ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔ اس لیے کہ اس کا تعلق تمام مخلوق کے حق سے ہے اور بیع سے روکنا یہ ان کے حق کو ضائع کرتا ہے اور معاملہ کو ان پر تنگ کرتا ہے۔

احتکار کا لغوی معنی:۔ روکنا ہے۔

اصطلاحی معنی:۔ بوقت ضرورت کسی چیز کو اپنے پاس محفوظ کر لینا اور اس کی بیع نہ کرنا۔

اقوات کی قید کا فائدہ:۔ اقوات کی قید اس وجہ سے لگائی کہ جن چیزوں کا تعلق انسان اور جانوروں کے کھانے پینے سے نہیں انہیں نکال دیا جائے۔

(ج) احتکار مطلقاً ناجائز ہے یا جائز کی صورتیں بھی ہیں؟

← احتکار مطلقاً ناجائز نہیں بلکہ اگر کسی چیز کو ذخیرہ کیا اس لیے تاکہ کارخانے وغیرہ میں لے جا کر کوئی اور چیز تیار کی جائے تو جائز ہے اسی طرح ایسی اشیاء جن کا ضروریات زندگی سے تعلق نہیں ان کو ذخیرہ کرنا جائز ہے۔

حکومت کا نرخ مقرر کرنا:۔ حکومت کا نرخ مقرر کرنا جائز نہیں لیکن حالات کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں نرخ مقرر کرنے کیلئے عرض کی گئی تو آپ نے نرخ مقرر کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرخ مقرر

کرنے والا ہے۔

سوال نمبر 3:۔ رہن کا لغوی معنی:۔ رہن کا لغوی معنی ہے روکنا۔

اصطلاحی معنی:۔ اپنے حق کی تکمیل کیلئے کسی چیز کو اپنے پاس محفوظ کرنا جس سے حق مکمل ہو جائے۔

جواز رہن پر دلائل:۔ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فرھن مقبوضۃ﴾ اور نبی پاک ﷺ نے یہودی سے غلہ لیا اور زرع مبارک رہن رکھی۔

عقلی دلیل:۔ قرض کیلئے دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں قرض کا استحکام اور قرض کی ادائیگی۔

کسی قرض خواہ کو قرض دیتے وقت کسی شخص کی ضمانت لینا شخصی ضمانت کہلاتا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے، رہن رکھنا یہ مالی ضمانت ہے جس طرح شخصی ضمانت جائز ہے اسی طرح مالی ضمانت بھی جائز ہے۔

(ب) جو چیز رہن رکھی جاتی ہے اسکا حکم:

امام شافعی کا موقف:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مرہونہ چیز امانت ہوتی ہے مرتہن اس کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رہن کو روکا نہیں جائیگا یعنی ہلاکت کی صورت میں مرہونہ کی قیمت قرضے سے منہا کی جائیگی نیز مرہونہ شے کی مثال قرضے کی دستاویز جیسی ہے دستاویز کی ہلاکت قرضے پر اثر انداز نہیں ہوتی یونہی مرہونہ کی ہلاکت قرضے پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

امام اعظم کا موقف:۔ امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ مرتہن، مرہونہ کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد اس کا مالک بن جایا کرتا ہے بصورت ہلاکت اس کی قیمت قرضے سے منہا کی جائیگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرتہن کے ہاں گھوڑا مرہونہ ہلاک ہونے کی صورت میں تمہارا (رہن) کا قرض مکمل ہو گیا۔

ارشاد نبوی ﷺ سے واضح ہو رہا ہے کہ مرتہن پر مرہونہ شے کی ضمانت لازم ہے۔

نیز مرتہن کو مرہونہ پر ملکیت اور اسے اپنے پاس روکے رکھنے کا اختیار حاصل ہے یہ اختیار اس لیے حاصل ہوتا ہے تاکہ راہن مرہونہ شے سے نفع حاصل نہ کر سکنے کی صورت میں ادائے قرض میں جلدی کرے گا، مرنے کی صورت میں مرہونہ کی قیمت کے برابر قرضے کی عدم ادائیگی میں سود لازم آئیگا۔

(ج) فرد واحد کی مملوکہ منقولہ و غیر منقولہ اشیاء کو رہن رکھنا جائز ہے صاحب ہدایہ کے مطابق راہن و مرتہن مرہونہ میں کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتے ۔(ولیس للمرتهن ان ینتفع بالرهن الخ)

حل پرچہ فقہ و اصول فقہ 2011ء

سوال نمبر 1:۔(الف)

شفعہ کا لغوی معنی:۔ یہ شفع سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ملانا۔

اصلاحی و شرعی معنی:۔ زمین میں حصہ دار ہونے یا اسکے جوار کا مالک ہونے کی وجہ سے فروخت شدہ زمین کی ملکیت کا دعویٰ کرنا۔

مناسبت:۔ لغوی و شرعی معنی میں مناسبت بایں طور پیدا ہو رہی ہے کہ لغوی معنی ملانا اور جوڑنا ہے شرعاً بھی فروخت شدہ زمین کو شفیع کی زمین سے ملانے کی کوشش کی جا رہی ہے، گویا دونوں میں ملانا مشترک ہے۔

رکن شفعہ:۔ طلب شفعہ۔

شرط:۔ جائیداد کی فروختگی۔

اسباب:۔ (۱) مبیع میں شرکت (۲) مبیع کے حقوق میں شرکت (۳) جوار مبیع، یعنی مبیع کے ساتھ ہی مملوکہ جائیداد کی موجودگی۔

سوال نمبر 2:۔(ج) مذکورہ الفاظ کے معانی حسب ذیل ہیں:

العمياء (اندھا) العوراء (یک چشم) العرجاء (لنگڑا) العجفاء (لاغر) الجماء (وہ جانور جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں)۔

سوال نمبر 3:۔ (الف) عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ایک مرد دوسرے مرد کے (ناف سے لیکر گھٹنے تک) کے علاوہ تمام جسم کو دیکھ سکتا ہے۔

اختلاف ائمہ:۔

مسلک احناف:۔ ناف بذات خود عورت میں شامل نہیں اس کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک مرد کی شرمگاہ ہے البتہ گھٹنا ناف کی طرح خارج نہیں بلکہ شرمگاہ میں داخل ہے۔

دلیل احناف:۔ دار قطنی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کی شرمگاہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے دوسری روایت میں ناف کے ماتحت سے لیکر گھٹنے کے اس حصے تک جو پنڈلی سے ملا ہوا ہے۔
ان دونوں احادیث سے مسلک احناف کی وضاحت ہو رہی ہے کہ ناف شرمگاہ میں داخل نہیں جبکہ گھٹنا شرمگاہ میں ہے۔

ابو عصمہ کا مسلک:۔ ان کے ہاں ناف اور رکبہ دونوں شرمگاہ میں داخل ہیں۔

دلیل:۔ دونوں غایت بن رہے ہیں، غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے اس لیے دونوں کا حکم ایک ہوگا۔

مسلک امام شافعی:۔ صاحب ہدایہ نے جو آپ کا مسلک ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ناف شرمگاہ میں داخل ہے جبکہ رکبہ خارج ہے۔

دلیل:۔ رکبہ حد بن رہا ہے حد ہمیشہ محدود سے خارج ہوتی ہے اس لیے رکبہ شرمگاہ سے خارج ہوگا۔

(ب) معانقہ اور تقبیل یدین وغیرہ میں طرفین یعنی امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے مابین اختلاف ہے طرفین کے ہاں مکروہ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ہاں جائز ہے۔

طرفین کی دلیل:۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اقدس ہے جس میں آپ نے معانقہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دلیل امام ابو یوسف:۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جب حبشہ سے واپس آئے تو) رسول اللہ ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا اور ان کی آنکھوں پر بوسہ دیا اس حدیث فعلی سے معانقہ اور تقبیل یدین وغیرہ کا جواز بلکہ سنت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

جواب طرفین:۔ امام صاحب کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فعل مبارک قبل از تحریم ہے۔

صاحب ہدایہ کا قول فیصل:۔ صاحب ہدایہ نے ائمہ کے دلائل بیان کرنے کے بعد جو قول فیصل ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے:

دراصل معانقہ کی دو صورتیں ہیں:

(الف) معانقہ بطور کرامت اور اظہار محبت کیلئے ہو اور دونوں حضرات نے لباس زیب تن کیا ہوا ہو تو یہ اجماعاً درست ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

(ب) معانقہ وغیرہ بطور شہوت ہو تو یہ نہ صرف مکروہ ہے بلکہ ممنوع ہے

اس مسئلہ میں غور و فکر کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ اختلاف محض لفظی ہے کیونکہ جو صورت ممنوع ہے وہ تمام کے ہاں ممنوع ہے اور جو صورت جواز کی مختی ہے وہ بھی کسی کے ہاں ناجائز نہیں۔

باقی رہا مصافحہ یہ مطلقاً جائز ہے بلکہ کار ثواب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے ہاتھ ملایا اور ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑنے لگتے ہیں۔

حل پرچہ اصول فقہ 2011ء

سوال نمبر 4:۔ (الف)

اصول فقہ کی حد لقبی:۔ العلم بالقواعد التی یتوصل بھا الیہ علی وجہ التحقیق

اصول فقہ: ایسے قواعد کی پہچان ہے جن کی وساطت سے اصول فقہ کا حصول یقینی بن جاتا ہے۔

حد اضافی:۔ توضیح:۔ اصول الفقہ مرکب اضافی ہے حد اضافی کا مطلب یہ ہے مضاف اور مضاف الیہ کی تعریف الگ الگ ذکر کی جائے۔ لفظ اصول مضاف ہے جو کہ اصل کی جمع ہے، واحد کی پہچان سے جمع کی پہچان انتہائی آسان ہوتی ہے اس لیے صاحب کتاب نے اصل کی تعریف ذکر کی ہے جو کہ یہ ہے۔ "ما یبتنی علیہ غیرہ" جس پر کسی اور کی بنیاد رکھی جائے۔

فقہ کی تعریف:۔ معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا

یعنی ایسے امور کی معرفت حاصل کرنا جو انسان کیلئے سودمند اور ضرر رساں ہیں۔

ابتناء حسی:۔ خارج میں کسی کا موقوف علیہ بننا جیسے دیوار چھت کیلئے اور دیوار کی بنیاد اوپر والی دیوار کیلئے موقوف بن رہی ہے۔

ابتناء عقلی:۔ ذہن میں کسی کیلئے موقوف علیہ واقع ہونا جیسا کہ دلیل حکم کیلئے عقل میں موقوف علیہ واقع ہوتی ہے۔

تعریف حقیقی:۔ نفس الامر میں موجود حقائق کی تعریف۔

تعریف اسمی:۔ نفس الامر میں غیر موجود حقائق کی تعریف۔

(ب) تعریف لقبی اور حد اضافی کی تقدیم و تاخیر کے بارے علماء کرام کے دلائل حسب ذیل ہیں

حد لقبی کی تقدیم:۔ حد لقبی کو مقدم کرنے والے جو دلائل دیتے ہیں وہ یہ ہیں۔

دلیل اول:۔ حد لقبی میں لقب بمعنی علم ہے علوم کے اسماء اعلام ہی ہوتے ہیں اس لیے حد لقبی علم کہلائیگی علم کی تقدیم سے بھلا کون واقف نہیں۔

دلیل دوئم:۔ حد لقبی بنسبت حد اضافی کے بسیط ہے جبکہ اضافی مرکب کے قائم مقام ہے، بسیط مرکب سے مقدم ہوتا ہے اس لیے حد لقبی کو اضافی سے مقدم کیا گیا ہے۔

فریق ثانی کے دلائل:۔ حد لقبی منقول اور حد اضافی منقول عنہ ہے یہ حقیقت ہے کہ منقول عنہ، منقول سے مقدم ہوتا ہے اس لیے اضافی کو مقدم سمجھا گیا۔

دلیل دوم:۔ حد لقبی کو مقدم کرنے سے اس میں بھی فقہ کی تعریف کا ذکر ہوتا ہے جبکہ حد اضافی میں بھی ذکر کرنا لازم قرار پاتا یوں تکرار لازم آتا جو کہ عند المحصلین صحیح نہیں اس تکرار سے محفوظ رہنے کیلئے حد اضافی کو مقدم کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر 5:۔ (ب) علامہ ابن حاجب کے اعتراض کی تقریر:۔

یہ متفق علیہ حقیقت ہے کہ دور باطل ہے قرآن حکیم کی تعریف جو کہ ما نقل فی المصحف سے کی گئی ہے اس میں دور لازم آ رہا ہے کہ مصحف کی تعریف یوں کی گئی ہے "ھی الصحف کتب فیہ القرآن" گویا قرآن کا سمجھنا مصحف کے معلوم ہونے پر موقوف ہے اور مصحف کا سمجھنا قرآن کے جاننے پر موقوف ٹھہرا یہی دور ہے۔

جواب:۔ مصحف کا علم نظری نہیں بلکہ بدیہی ہے ان کا علم ہر ایک کو حاصل ہے اس لیے ان کی پہچان قرآن پر موقوف نہیں ہوگی لہٰذا فلا دور۔

سوال نمبر 6:۔ (ب) تسمیہ کے جزو قرآن ہونے پر تفصیلی بحث صاحب کتاب نے تسمیہ کے جزو قرآن ہونے پر شوافع اور

احناف کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں

متقدمین احناف ماسوائے سورۂ نمل کے اسے قرآن کی آیت تسلیم نہیں کرتے تاہم متاخرین اسے قرآنی آیت قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی صورت خطی وہی ہے جو قرآن کی ہے عدم تواتر کے باعث حائض اور نفساء کیلئے اس کی تلاوت جائز ہے جبکہ اس سے نماز نہیں ہوگی۔

شوافع حضرات اسے مستقل آیت تسلیم کرتے ہیں اور تسمیہ کو ایک سو تیرہ آیات شمار کرتے ہیں لیکن احناف صرف ایک آیت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے صرف اور صرف دو سورتوں میں فصل اور علیحدگی ثابت کرنے کیلئے اس کا تکرار ہوتا ہے یہ تکرار ایسا نہیں جیسا کہ سورۃ رحمٰن میں "فبای الآء ربکما تکذبان" کا تکرار مقصود و مطلوب ہے۔